سوہنی کو دینے کے لیے میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اخلاقی طور پر مجھے، اس طوائف کو لازماً سہارا دینا چاہیے تھا جو ایک بہتر زندگی کی طرف آنا چاہتی تھی۔ مگر کیا یہ حقیقت تھی یا فریب' میں اسی پر سوچ رہا تھا کہ وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

''تم ابھی اور اسی وقت اماں کو لے جا سکتے ہو' میں تمہیں بالکل نہیں روکوں گی۔''

''تم صرف اور صرف مجھے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہی ہو' طوائف رہنا یا اچھی اور عزت والی زندگی گزارنا تمہارا اپنا فیصلہ ہے' تم چاہو تو اپنی زندگی خود بنا سکتی ہو۔'' میں نے ایک کمزور سی دلیل کا سہارا لیا۔ جس کے پھسپھسے ہونے کا مجھے خود احساس تھا۔

''تو پھر جاؤ' لے جاؤ' میں اپنی زندگی جیسے چاہوں گزاروں' ملک سجاد نہ سہی کوئی دوسرا ہو گا' اس کی مرضی کے مطابق اس کے اشاروں پر ناچنا ہو گا' وہ نہ رہا تو کئی دوسرے ہیں۔ میں چاہوں بھی تو اس کرپٹ معاشرے میں باعزت زندگی نہیں گزار سکتی۔ کون دے گا تحفظ' تم جیسا کوئی......؟'' اس بار اس کے لہجے میں سے آگ برس رہی تھی۔ میں خاموش رہا تو کہتی چلی گئی۔

''تمہیں صرف یہی اعتراض ہے کہ اماں میرے پاس کیوں ہے' کتنا تحفظ دے سکے گی مجھے یہی نا' یا شاید میں تمہارے دشمنوں سے مل کر اماں کو ضمانت کے طور پر رکھے ہوئے ہوں۔ اگر تو ایسا سوچ رہا ہے تو پھر ایسا کر' مجھے لے چل اپنے پاس' مجھے رکھ لے ضمانت کے طور پر اپنے پاس' اگر کہیں بھی کوئی گستاخی کروں' تمہیں شک بھی ہو جائے کہ میں تجھے نقصان پہنچاؤں گی تو بے شک مجھے مار دینا' تم سے پھر حساب لینے والا بھی کوئی نہیں ہو گا' بولو' تم کیا فیصلہ کرتے ہو' اماں کو یہاں رہنے دیتے ہو' یا مجھے اپنے ساتھ لے جاتے ہو' بولو......؟''

''میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا سوہنی' میں تجھے کیوں رکھوں' میرا تم سے کیا لینا دینا۔'' میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''ایسے نہ کہو جمال......! میں نے تجھے اپنا سب کچھ مان لیا ہے' میں ڈرتی ہوں اس وقت سے' جس میں کوئی نقصان نہ ہو جائے۔'' اس نے بھی دھیمے لہجے میں کہا' تب میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے باتوں کے جال میں پھنسا سکتی ہے' خواہ مخواہ کے خلوص اور ہمدردی کے لبادے میں میری سب سے بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہے' لہٰذا میں نے تمام تر باتوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے اماں سے کہا۔

''اماں......! چلو تمہیں یہاں نہیں رہنا' ہم چلیں۔''

''پتر......! میں تیرے کہنے پر یہاں سے چلی جاتی ہوں' لیکن سوہنی کو بھی ساتھ لے چل۔ یہ بات میں تجھ سے کہہ رہی ہوں۔''

''ماں......! تیرا حکم سر آنکھوں پر' تو جیسا چاہے گی' ویسا ہی ہو گا' کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جانے پر کیوں بضد ہو؟'' میں نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''یہ میں تمہیں وقت آنے پر بتا دوں گی' یہ ایک راز ہے' ویسا ہی راز جو تیرے اور میرے سینے میں دفن ہے' اور جس کی آگ نے ہم دونوں کو بے چین کر رکھا ہے۔'' ماں نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تو میں بری طرح چونک گیا۔ میں نے پھر مزید بات نہیں کی' میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ سو میں خاموش ہو گیا۔

''اماں......! یہ اس وقت تک شک شبے میں رہے گا' جب تک اسے بتانہ دیا' یہ آپ کا حکم تو مانے گا' لیکن یقین نہیں کرے گا' بتا دیں اسے......اس طرح یہ بھی جان جائے کہ میں طوائف زادی نہیں ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ ایک دم سے رو دی۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ کیسا راز ہے' تبھی اماں نے کہا۔

''تو سن لے پتر......! یہ سوہنی' سردار شاہ دین کی بیٹی ہے۔'' دھیرے سے کہے گئے لفظوں میں اماں نے گویا دھماکہ کر دیا۔ شاید میں اس دھماکے سے اتنا نہ لرزتا' جس سے جسم کٹ پھٹ جاتا ہے' میں حیرت سے سوہنی کو دیکھ رہا تھا' وہ جس کا تعارف طوائفوں کے ٹولے میں ہوا تھا' وہ سردار شاہ دین کی بیٹی کیسے ہو سکتی ہے؟ اماں میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ تب وہ کہتی چلی گئیں۔ ''یہ کوئی نئی یا انہوتی بات نہیں ہے پتر' سردار شاہ دین جیسے جاگیردار دولت مند عیاش' جنہوں نے جسم خریدنے کو اپنی عزت بنایا ہوا ہے' سوہنی بھی اس کا نتیجہ ہے۔''

''اس کا یقین کیسے کر لیں؟'' میں نے کہا تو سوہنی تیزی سے بولی۔

''یہی تو......یہی تو میں چاہتی ہوں کہ یقین ہو جائے' مجھے تو پورا پورا یقین ہے اور میرے پاس اس کے ثبوت بھی ہیں۔ وہ نہ صرف میں تمہیں دکھاتی ہوں' بلکہ بتاتی بھی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھی اور اندرونی کمروں کی طرف چلی گئی۔ میں اور اماں خاموش وہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا اور بہت کچھ پوچھنا بھی چاہ رہا تھا۔ اماں کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آ گئی۔ اس کے انداز میں تیزی تھی۔ وہ میرے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ میں چند تصویریں تھیں۔ اس نے ایک تصویر میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ دیکھو......اس تصویر میں' میری ماں ہے اور سردار شاہ دین' یہ مری کی تصویر ہے اور باقی میں دیکھو......یہ انہی دنوں کی یادگار ہیں' جن دنوں میرا اس دنیا میں آنا لکھا گیا۔'' میں نے وہ ساری تصویریں دیکھیں اور اسے واپس کرتے ہوئے کہا۔

''مان لیا کہ اس کے تمہاری ماں کے ساتھ اچھے دن گزرے ہوں گے' مگر تم......؟''

اس پر وہ ذرا سا مسکرائی اور بولی۔

''دس پندرہ سال پہلے تم یہ سوال کرتے تو شاید میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوتا' لیکن آج اس کا ثبوت تو مل سکتا ہے' ڈی این اے ٹیسٹ' جب چاہیں کروا لیں......'' اس نے کہا تو میں بہت کچھ سمجھ گیا۔ تبھی میں نے پوچھا۔

''کیا سردار......ٹیسٹ کروانے پر راضی ہو جائے گا۔''

''کبھی بھی نہیں......سنو' میں تمہیں بتاتی ہوں......'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے سانس لینے کو رکی پھر کہتی چلی گئی۔ ''یہ ان دنوں کی بات ہے' جب میری ماں نے مجھے ملک سجاد کو بیچ دینا چاہا' ہر طوائف کی طرح وہ بھی میرے دام کھرے کرنا چاہتی تھی۔ میں ایسا ہی سمجھتی رہی' اور شاید میں ہنسی خوشی ملک سجاد کے ساتھ چلی جاتی' اس کی رکھیل بن کر' لیکن میری ماں کچھ اور ہی چاہتی تھی' وہ سردار سے انتقام لینا چاہتی تھی۔''

''کیوں......؟'' میں نے پوچھا۔

''طوائف بھی ایک عورت ہوتی ہے۔ عورت اپنا سب کچھ قربان کر سکتی ہے' جسے چاہتی ہے' اس پر اپنا آپ نچھاور کر دیتی ہے لیکن اپنی

ہتک برداشت نہیں کر سکتی' سردار نے میری ماں کو بہت سبز باغ دکھائے' دولت بھی لٹائی' لیکن جب اس نے بتایا کہ وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے تو سردار نے بری طرح دھتکار دیا۔ پہلی بار اسے طوائف ہونے کا طعنہ دیا' پھر اسے چھوڑ کر اپنی دنیا میں مگن ہو گیا۔" اس نے بے حد جذباتی انداز میں کہا تو میں نے پوچھا۔

"تم اپنی ماں کے انتقام کے بارے میں بتا رہی تھیں۔"

"وہی تو..... میری ماں نے مجھے جب ملک سجاد کے ہاتھ بیچ دینا چاہا' تو ساتھ میں اسے بتا دیا کہ میں کس کی بیٹی ہوں۔" اس نے اسی لہجے میں کہا۔

"یہ بتانے کی وجہ.....؟" میں نے پوچھا تو وہ بولی۔

"وہ چاہتی تھی کہ ملک سجاد مجھے صرف رکھیل نہ رکھے بلکہ اپنی بیوی بنا لے' اس کے دو فائدے تھے ایک تو اسے مضبوط سہارا مل جاتا ملک سجاد کی صورت میں' جب میں ان کے خاندان کی بہو بن جاتی تو وہ سردار شاہ دین کو بتاتی' میری ماں کو خوف بھی تھا کہ اگر یہ راز پہلے ہی کھل گیا تو ممکن ہے سردار ہمیں مروا دے۔" اس نے بتایا تو میں نے پوچھا۔

"تو پھر ایسا کیوں نہیں ہوا' جو تمہاری ماں چاہتی تھی؟"

"ملک سجاد کی نیت مجھے بیوی بنانے کی نہیں تھی' اسے یہ شک تھا کہ میری ماں صرف میرا ریٹ بڑھانے کے لیے ایسی بات کر رہی ہے' وہ میری ماں کو رقم دے کر مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا' اس دوران نہ صرف مجھے اپنی ماں کی اصل نیت کا پتہ چلا بلکہ ملک سجاد کی نیت کا بھی' تب میری زندگی ہی بدل گئی' میں نے خود اپنی پہچان حاصل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ مجھے میلے میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن میں چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح شاہ زیب مجھے حویلی تک رسائی دے دے' ایک بار سردار شاہ دین کا سامنا ہو جائے۔"

"وہ تو تم اب بھی جا سکتی ہو' سیدھے اس کی حویلی میں چلی جاؤ' اس کی بیٹی ہونے کا دعویٰ کر دو۔" میں نے کہا۔

"میں حویلی میں چلی جاؤں' پھر واپس آ جاؤں گی.....؟ بولو....." اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "سینوں میں دبا ہوا راز مٹی میں دفن ہو جاتا۔"

"تو پھر تم چاہتی کیا ہو؟" میں نے زچ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میں اپنی ماں کو چھوڑ چکی ہوں' ملک سجاد کچھ عرصہ اس قابل نہیں ہے کہ مجھ تک رسائی حاصل کر لے' ممکن ہے وہ زندہ ہی نہ رہے' میں سردار شاہ دین کی بیٹی بن کر اس کی حویلی میں رہنا نہیں چاہتی' اور نہ ہی مجھے اس کی جائیداد کا لالچ ہے' میں اسے مجبور کرنا چاہتی ہوں کہ وہ مجھے پوری دنیا کے سامنے اپنی بیٹی تسلیم کر لے..... میں اسی لیے گاؤں میں رہنا چاہتی ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے جمال کہ تو مجھے مل گیا' میں تیری مضبوط باہوں کے حصار میں رہنا چاہتی ہوں۔" اس نے یہ کہہ کر اس طرح سانس لیا جیسے بہت بڑا بوجھ خود پر سے اتار دیا ہو۔ میں اس کی باتوں پر چند لمحے سوچتا رہا' پھر ایک دم اس سے کہا۔

''چلو......! میرے ساتھ نور نگر چلتے ہیں' لیکن یہ یاد رکھو' اگر تم نے غلط......''

''سب یاد ہے۔'' اس نے ایک دم سے خوش ہوتے ہوئے کہا پھر بڑی ادا سے پوچھا۔ ''چلوں؟''

''چلو......!'' میں نے کہا اور اٹھ گیا۔

''اب ایسے تو نہ کرو جمال' کچھ کھاؤ پیو ذرا دیر بیٹھو' ابھی چلتے ہیں۔'' سوہنی نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو میں نے ماں کی طرف دیکھا' وہ مسکرا دی تھی۔

☆ ☆ ☆

اس وقت سورج ڈوب چکا تھا' جب جسمیندر کی ای میل آ گئی تھی اور جسپال اسے پڑھ کر سوچ رہا تھا کہ اس کا اس گھر میں رہنا ہی ٹھیک ہے۔ اس وقت اوگی پنڈ میں انتہائی سخت سیکورٹی تھی۔ بہت ساری وی آئی پی شخصیات آخری رسومات میں شریک ہو کر واپس جا رہی تھیں۔ نہ صرف نکودر کی پولیس وہاں تعینات تھی بلکہ جالندھر سے بھاری نفری منگوائی ہوئی تھی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہاں پر دوسری خفیہ ایجنسیوں کے لوگ نہ ہوں' کچھ دن قبل ہی اس نے ایجنسیوں کے دو لوگ مارے تھے۔ جنہیں کیشن کا حصہ بنایا گیا تھا۔ پھر ہر دیپ سنگھ کا قتل کوئی چھوٹی سی بات نہیں تھی۔ شک بھری نگاہیں اُس پر تن گئی تھیں اس کے اندر کی نفرت تو اسے مجبور کر رہی تھی کہ جان جاتی ہے تو جائے' رویندر سنگھ اپنے پریوار کے ساتھ موجود ہے تو اسے ختم کر دینا چاہیے۔ وہ خود پر جبر کیے ہوئے تھا۔ ہرپریت نے اس کے ذہن کو دوسری جانب لگانے کی بہت کوشش کی تھی اور اب وہ رات کا کھانا لگوانے کے لیے نیچے چلی گئی تھی۔ اس دوران اس نے میل دیکھی تو جسمیندر سنگھ نے اسے کسی بھی طرح کے عمل سے منع کر دیا تھا اور اسے گھر تک محدود رہنے کی تلقین کی تھی۔ اس نے وجہ صرف یہی بتائی تھی کہ سیکیورٹی بہت سخت ہے' وہ سوچتا چلا جا رہا تھا اور اسے اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔ اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا اور اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر نیچے جانے کے لیے پر تولنے لگا۔

اس وقت وہ کمرے سے نکلنے لگا تھا کہ رن ویر سنگھ کا فون آ گیا۔ اسے پوری اُمید تھی کہ وہ اسے فون لازمی کرے گا اور اس نے کر دیا' شاید وہ لاشعوری طور پر اس کا انتظار کر رہا تھا۔

''ہیلو! انسپکٹر رن ویر سنگھ' پولیس...... تھانے حاضری لگوانے کے لیے آؤں یا پھر آپ تشریف لائیں گے۔'' اس کے لہجے میں شدید طنز تھا' جیسے وہ اسے غصہ دلانے کی کوشش کر رہا ہو' حالانکہ ایسا ہی کچھ دیر پہلے رن ویر سنگھ کر چکا تھا' ذرا ہی دیر میں دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میں تمہارے گھر کے باہر کھڑا ہوں' گیٹ کھلواؤ' تا کہ میں اندر آؤں۔''

''ابھی آیا......'' اس نے کہا اور فون بند کر کے ہرپریت کو کال ملا دی' پھر اسے رن ویر سنگھ کے آنے کے بارے میں بتا کر کہا کہ وہ اسے اندر بلوا لے' اس دوران وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے چلا گیا۔ اس نے دیکھا' بنتا سنگھ اندر کی جانب آ رہا تھا' وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر خود ہی ڈرائنگ روم سے نکلتا چلا گیا اور کاریڈور میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ اتنی دیر تک بنتا سنگھ اس کے قریب آ گیا تھا۔

''وہ جی باہر کوئی انسپکٹر رن ویر سنگھ آیا ہے۔''

''اسے اندر لے آؤ۔ اور ہاں' اس کے ساتھ اور کتنے لوگ ہیں؟'' جسپال نے بنتا سنگھ سے پوچھا۔

''اکیلا ہی ہے۔جی' اپنی جیپ میں۔''

''بلاؤ اسے.....'' جسپال نے کہا اور واپس اندر کی طرف چلا گیا۔ وہ جس وقت صوفے پر جا کر بیٹھا' تب تک ہرپریت کے ساتھ انوجیت بھی آ گیا۔ وہ دونوں باہر سے آتے ہوئے انسپکٹر کو دیکھ رہے تھے جو بڑے اعتماد سے اندر کی طرف آ رہا تھا' چند لمحوں بعد وہ آ گیا' اس نے انوجیت سے ہاتھ ملایا اور ست سری اکال کہہ کر جسپال کی جانب بڑھا' اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر فتح بلائی۔

''آئیں بیٹھیں۔'' انوجیت نے کہا تو وہ پرسکون انداز میں بیٹھ گیا تو ہرپریت نے پوچھا۔

''چائے' کافی یا لسی..... کیا پئیں گے آپ..... ویسے تو ڈنر کا ٹائم بھی ہے۔''

''ایک کپ چائے..... اگر فوراً مل جائے تو..... میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ کیونکہ آپ کو ڈنر بھی کرنا ہے۔'' اس نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو ہرپریت اندر کی جانب چلی گئی۔ تبھی جسپال نے کہا۔

''جی رن ویر سنگھ جی' فرمائیں۔''

''جسپال.....!'' اس نے ایک دم سے گھمبیر لہجے میں کہا۔ ''تمہاری یہاں آمد کے ساتھ ہی قتل کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا' پہلے انسپکٹر قتل ہوا' جس کی جگہ میں یہاں آیا ہوں' پھر اس کمیشن کے دو بندے' جو اس قتل کی تفتیش پر تھے اور اب رویندر سنگھ کا بیٹا ہردیپ سنگھ..... ان سب کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق جڑا ہوا ہے۔''

''کیسے.....؟'' جسپال نے پوچھا۔

''بظاہر ہردیپ سنگھ کا قتل اس سے جڑا ہوا دکھائی نہیں دیتا' لیکن اس کمیشن میں رویندر سنگھ بھی تو شامل تھا۔'' وہ پرسکون انداز میں بولا۔

''اچھا تو پھر.....؟'' جسپال نے اُکتائے ہوئے انداز میں پوچھا تو وہ بولا۔

''دوسری طرف اچانک ہی تمہارے ساتھ کچھ واقعات کا پیش آنا اور خصوصی طور پر رویندر سنگھ کے پتر..... بلجیت سنگھ سے تمہاری لڑائی۔''

''آپ اس سے ثابت یہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ وہ سارے قتل میں نے کیے ہیں۔ میں ان کا الزام اپنے سر لے لوں اور آپ کے ساتھ جا کر جرم قبول کر کے پھانسی چڑھ جاؤں' آپ یہ چاہتے ہیں؟'' جسپال سنگھ نے ایک دم سے انتہائی غصے میں کہا تو رن ویر سنگھ نے بڑے سکون سے اس کی طرف دیکھا' پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔

''میں نے سنا ہے کہ تمہارے خاندان کی پہلے سے رویندر سنگھ خاندان سے چپقلش چل رہی ہے۔''

یہ سن کر جسپال نے ایک دم سے قہقہہ لگایا' پھر کچھ لمحے ہنستے رہنے کے بعد بولا۔

''مجھے یہ بتاؤ رنویر سنگھ جی..... میں تمہیں بے وقوف لگتا ہوں یا تم اتنے احمق ہو' یا پھر تم نے کوئی بھاری رشوت لے رکھی ہے' مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تجھے پولیس آفیسر بنایا کس نے.....؟ وقت اور سرمایہ ہی برباد کیا ہے.....'' آخری لفظ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں انتہائی درجے

کا طنز تھا۔جس پر رنویر سنگھ دھیرے سے مسکرایا اور بولا۔

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں......؟''

''اور ب کے بندے......بلجیت سنگھ کا جب پہلی بار میرے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو کیا میں اس کے پاس گیا تھا یا وہ تڑی لگانے کے لیے میرے پاس آیا تھا۔اس کی تفتیش کر لیتے تو معاملہ تجھ پر کھل جاتا کہ کون کیا کرنا چاہتا ہے۔اور پھر میرے آنے سے تو بھارت میں اور بہت سارے واقعات ہو چکے ہیں'ان دنوں شاید تم انسپکٹر بن رہے ہو جب پاکستانی ایٹمی دھماکہ ہوا ہے' کیا وہ واقعہ میں آپ پر ڈال دوں۔''

''میں خاندانی دشمنی کی بات کر رہا ہوں۔''اس نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہا اور دراصل اس کا یہی پوائنٹ تھا۔

''ہاں......! یہ بات کرو۔''جسپال نے پرسکون ہوتے ہوئے کہا۔''دیکھو انسپکٹر......اس وقت میں صرف ایک سال کا ہوگا'یا کم جب یہ واقعات ہوئے'تم بھی جانتے ہو کہ اندرا حکومت نے سکھوں کے ساتھ کیا کیا'پھر اس کے قتل کے بعد اس کے پتر راجیو گاندھی نے کیا کچھ نہیں کیا' نسل کشی کی سکھوں کی......یہ میرے ہوش سے پہلے کے واقعات ہیں'جو میں نے فقط سنے ہیں'اس میں کیا سچائی ہے ابھی مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا تھا اصل میں'میں بھی صرف اپنی جائیداد حاصل کرنے کی فکر میں ہوں۔وہ مجھے مل جائے تو پھر یہ دیکھا جائے گا'میں یہاں رہتا ہوں'یا نہیں رہتا ہوں' دشمنی کرتا ہوں یا نہیں کرتا ہوں۔''

''مطلب آپ کے ذہن میں دشمنی ہے۔''رنویر مسکرایا۔

''ہاں ہے......! کیوں نہیں ہوگی'آپ کے ماں باپ کو زندہ جلا دیا جائے تو آپ کے کیا محسوسات ہوں گے'میں نے صرف سنا ہے بے شمار ایسے لوگ ہیں جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچوں کو یا بڑوں کو زندہ جلا دیا گیا'اور تمہارے جیسے بزدل اور رشوت خور قسم کے پولیس والے یہ تماشہ دیکھتے رہے'اور حکومت وہ ہے جو آج تک ان لوگوں کو انصاف نہیں دے سکی'کیا ان حقائق کو تم لوگ تسلیم کرتے ہو؟ کیا ان کے ذہنوں سے دشمنی نکال پاؤ گے......؟''

''آپ کی بات درست ہے جسپال سنگھ جی'اور جہاں تک بلجیت کی بات ہے میں نے اس واقعہ کا نوٹس لیا ہے'پھر آپ کی جیپ پر فائرنگ والا واقعہ'میں ان سب کو ملا کر دیکھ رہا ہوں'لیکن آپ ایک احتیاط نہیں کر رہے ہیں'اوگی سے باہر جاتے ہوئے آپ بتا کر نہیں جاتے۔''

''دیکھیں......! میں ابھی بھارت سرکار کے مطابق غیر ملکی ہوں'میں یہاں کی شہریت ثابت کرنا چاہتا ہوں'مجھے ہر وقت کا پابند نہ کریں کہ میں آپ کو بتا کر جاؤں'مجھے پتہ نہیں کب کہاں اور کس سے ملنے کے لیے جانا ہوتا ہے۔''جسپال نے کہا۔

''لیکن آپ کو بھارتی قانون کی پاسداری تو کرنا ہوگی'آپ چاہے غیر ملکی ہوں'یا اس ملک کے شہری کی حیثیت سے رہیں۔''رن دیر نے تحمل سے کہا تو جسپال نے بھی آرام سے کہا۔

''چلیں ٹھیک ہے'میں بتا دیا کروں گا'لیکن اگر کل تک آپ لوگوں نے بلجیت اور میری جیپ والے معاملے پر کوئی فائنل جواب نہ دیا تو میں اپنے سفارت خانے سے رابطہ کر لوں گا'یہ تو میرا حق ہے نا......اور اس کے لیے مجھے دہلی جانا پڑے گا۔''

''یہ آپ کا حق ہے، دیکھیں، میں مانتا ہوں آپ کی طرف شک کی انگلی کی جا رہی ہے، مگر کسی کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو خواہ مخواہ ملوث کیا جا رہا ہو اور یہ بھی ہے کہ آپ ہی نے یہ جرم کیے ہوں، کوئی بھی صورت حال ہو سکتی ہے، میں آپ کو بہترین مشورہ یہی دوں گا کہ آپ جو شک کے دائرے میں آ چکے ہیں، تعاون کر کے اس دائرے کو ختم کر لیں، تو زیادہ بہتر ہے اور آپ کے لیے اچھا موقع بھی۔''

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن مجھے آپ جیسے لوگوں پر یقین نہیں، کیونکہ آپ مجھے ابھی یہاں سے لے جا کر تھانے میں بند کر سکتے ہیں، اور کوئی بھی فرد جرم لگا کر مجھے سزا دلوا سکتے ہیں۔'' جسپال نے کہا تو اس سے پہلے رن ویر کچھ بولتا، جوتی چائے لے کر آ گئی، تب رن ویر سنگھ نے انوجیت کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اصل میں جسپال سنگھ جی کو پنجاب پولیس پر اعتماد نہیں، ضروری نہیں کہ سب ایک جیسے ہوں...... انہیں تعاون کرنے کے لیے کہیں۔''

''میں تعاون کے لیے ہر وقت تیار ہوں، لیکن یہ اوگی پنڈ، یہ پنجاب میرے لیے آپ جیل تو نہ بنا دیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ ثابت کریں میں اپنا دفاع کر لوں گا، میں آپ پر اعتماد کیسے کروں، بلجیت سنگھ مجھے دھمکیاں دے کر گیا، اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کروایا، اس کا آپ نے کیا کیا؟ اس لیے کہ وہ اب بھی اس پنڈ کا سرپنچ ہے، آپ اس کا کچھ نہیں کر سکتے، کل کسی نے اس کو مار دیا تو کیا وہ میرے سر پڑ جائے گا، ویسے آپ کی باتوں سے مجھے یہ احساس ہو گیا ہے کہ مجھے اپنے سفارت خانے کو آگاہ کر دینا چاہیے۔ اور کچھ دوسرے قانونی معاملات بھی......''

''بہر حال ہر بندے کو اپنے تحفظ کا حق حاصل ہے، مگر ہم نے بھی قانون نافذ کرنا ہے، میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ کی طرف کوئی انگلی اٹھاتا بھی ہے تو آپ کا دامن صاف ہونا چاہیے۔''

''وہ تو ہے، اور اگر کوئی الزام لگائے گا تو میں اس کا دفاع کروں گا، یہ میرا حق ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کوئی الزام بھی نہیں لگا تا اور شک میں رکھ کر مجھے ذہنی اذیت دی جا رہی ہے۔'' جسپال نے تحمل سے کہا تو رن ویر سنگھ نے چائے کا ایک لمبا سپ لیا اور وارننگ دینے والے انداز میں بولا۔

''ٹھیک ہے مسٹر جسپال، میں آپ کو بتا دوں کہ آپ پر میری نگاہ ہو گی، اور میں بلجیت سنگھ کے معاملے میں بھی پوری تفتیش کروں گا، جو ٹھیک ہو گا وہ کروں گا، بس آپ سے تعاون چاہتا ہوں۔''

''آپ نگاہ رکھیں یا نہیں، میں کوئی جرم نہیں کر رہا ہوں، میں دیکھتا ہوں آپ کی تفتیش کہاں تک جاتی ہے۔ بہر حال! آپ جو چاہیں گے، میں آپ سے تعاون کروں گا۔'' جسپال نے یوں کہا جیسے وہ مزید بات نہ کرنا چاہتا ہو، رن ویر سنگھ چپ چاپ چائے پینے کی طرف متوجہ رہا، جیسے ہی اس نے آخری گھونٹ حلق میں اتارا تو کپ رکھ کر کھڑا ہو گیا، پھر سب کی طرف ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''بس...... میں چلتا ہوں جی اب۔''

اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا، اس نے سب کی طرف دیکھا اور باہر کی طرف نکلتا چلا گیا، کچھ دیر بعد وہ گیٹ سے پار گیا تو سبھی بیٹھ گئے۔ تب انوجیت نے کہا۔

''کوئی تبصرہ نہیں ہو گا، ہرپریت، جاؤ بے بے کو لاؤ اور جوتی سے کھوڈز کے لیے۔''

''اوکے......!'' وہ یوں سرہلاتے ہوئے بولی جیسے اس کی بات سمجھ گئی ہو۔

ڈنر کے بعد انوجیت باہر نکل گیا' جبکہ ہرپریت اور جسپال کافی دیر تک بے بے کے پاس بیٹھے رہے۔ وہ جب اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تو جسپال اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ رن ویر سنگھ کے ایک ایک لفظ کو سوچ رہا تھا' اسے یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ صرف دھمکانے کے لیے آیا ہے۔ یا پھر...... یہ احساس دلانے کہ اس کی ہر وقت ان پر نگاہ ہے' ایسا کر کے وہ فقط نفسیاتی دباؤ دینا چاہ رہا تھا' یہ تو حقیقت تھی کہ ان کے پاس کوئی ثبوت کیا ایسا کوئی سراغ بھی نہیں تھا جس کا سرا پکڑ کر وہ اس تک پہنچ جاتے' اگر ایسا ہوتا تو اب تک وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہیں بلکہ کسی خفیہ ایجنسی کے عقوبت خانے میں پڑا اپنے زخم چاٹ رہا ہوتا۔

وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹا ہوا تھا' دھیمی دھیمی روشنی تھی' کھلی ہوئی کھڑکی سے ہوا آرہی تھی' کمرے کا ماحول خاصا خوشگوار تھا' مگر یہ ساری خوشگواریت رن ویر سنگھ کی باتوں میں تحلیل ہو کر پریشانی کا باعث بن رہی تھی۔ اگرچہ یہاں آتے ہی چند دنوں میں اس نے جو کامیابی حاصل کر لی تھی یہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا جو وہ سوچ کر آیا تھا' رویندر سنگھ کے خاندان کو ختم کرنا اس کا اولین مقصد تھا' لیکن ہردیپ سنگھ کو مار لینے کے بعد' اس کے خلاف دائرہ بہت تنگ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ رن ویر سنگھ کی باتوں سے چیتنی چھلکتی تھی' اسے یونہی اس خطرناک اور حساس علاقے میں تعینات نہیں کیا گیا تھا' اگر وینکوور میں جسمیندر سنگھ کا اسے سہارا نہ ہوتا تو شاید وہ اس قدر کامیابی حاصل نہ کر پاتا' وہ جس بین الاقوامی ریکٹ سے تعلق رکھتا تھا اس کی تو خود اسے سمجھ نہیں آئی تھی۔ بس یہی تھا کہ وہ اس کا بہت اچھا دوست تھا' جس کی جڑیں بھارتی پنجاب میں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ تب اچانک اسے خیال آیا کہ جسمیندر نے جن بندوں کو اس کی مدد کرنے کے لیے کہا اور انہوں نے مدد بھی دی' اگر ان میں سے کوئی پکڑا جاتا ہے تو پھر کیا ہوگا؟ اس کا کمزور ترین پہلو یہی تھا۔ ''کیا ان لوگوں کو میرے بارے میں معلوم ہوگا یا نہیں؟'' یہ سوال ہی جسپال کو پریشان کر دینے والا تھا۔ وہ انہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اسے کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے گھوم کر دروازے کی جانب دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس کے سامنے ہرپریت کھڑی تھی لیکن لگتا تھا کہ وہ کسی اور سیارے کی مخلوق ہے۔ اس نے مہین سا ہلکے سبز رنگ کا گاؤن پہنا ہوا تھا۔ جس سے اس کا گورا بدن چھلک رہا تھا' کھلے گیسو' جس میں دائیں جانب سفید کلیوں کی ایک لڑی اس کی گردن پر کھیل رہی تھی' وہ خمار آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جسپال ایک لمحے کے لیے چکرا کر رہ گیا۔ ہرپریت کا یہ نیا روپ اس کی سمجھ سے بالکل باہر تھا۔ اس لیے وہ تجسس آمیز لہجے میں بولا۔

''ہرپریت' خیریت تو ہے نا' تم یوں......''

یہ سنتے ہی وہ ایک دم سے ٹھٹک گئی' پھر چند لمحے ساکت رہنے کے بعد سر جھٹکتے ہوئے بولی۔

''واہ جسی جی' واہ سارے رومانٹک موڈ کا ستیاناس مار دیا ہے' یہ بات کر کے۔''

''اوہ تو تم رومانٹک موڈ میں تھی اور یہ رومانٹک موڈ میں تم بھوتنی بن جاتی ہو؟'' یہ کہتے ہوئے وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا' اس پر ہرپریت بہ مشکل اپنی ہنسی روکتی ہوئی اس کے پاس بیڈ پر آلیٹی' اور پھر ہنستے ہوئے مذاق اڑانے والے انداز میں بولی۔

''اس وقت تم بھی تو کسی گھوسٹ سے کم دکھائی نہیں دے رہے ہو' منہ دیکھا ہے اپنا۔''

''کیا ہوا میرے منہ کو......'' اس نے حیرت سے پوچھا تو سنجیدگی سے بولی۔

''یار' تم نے اس رن ویر سنگھ کو کچھ زیادہ ہی سر پر سوار کر لیا ہے' وہ کچھ نہیں ہے' یاد رکھو۔ یہاں جرم وہی ہوتا ہے' جو ثابت ہو جائے' ورنہ کوئی مجرم یہاں مجرم نہیں ہے۔''

''بات یہ نہیں ہے پریتی...... میں صرف اور صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ اب جتنا وقت زیادہ ہوتا جائے گا' رویندر سنگھ کے خاندان کو مارنے میں اتنی مشکل ہو جائے گی' تمہارا کیا خیال ہے' خفیہ ادارے یہاں سرگرم نہیں ہو گئے ہوں گے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''یار......! چھوڑ ان باتوں کو' ان کا کام ہے' انہوں نے تو کرنا ہے' ہمارا جو کام ہے' وہ ہم نے کرنا ہے' نہ ہم انہیں روک سکتے ہیں اور نہ وہ ہمیں روک سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کو ختم نہ کر لیں۔'' ہرپریت کے لہجے سے عزم جھلک رہا تھا۔ اس پر جسپال چند لمحے خاموش بیٹھا سوچتا رہا پھر ایک دم سے مسکراتے ہوئے اس کی کمر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔

''پر اس سارے معاملے میں تمہارا اس طرح بھوتنی بن کر آنے سے کیا تعلق......؟''

''میں نے سوچا' تم ذرا سے الجھے ہوئے ہو' پریشان ہو' میں ذرا جا کر تبدیلی لاتی ہوں' تھوڑی محبت بھری باتیں کریں گے اور......اور کچھ اچھا وقت گزریں گے' سب کچھ بھول کر......'' اس نے اپنے لہجے کو خمار آلود بناتے ہوئے کہا تو جسپال ہنستے ہوئے بولا۔

''تم اداکاری بہت اچھی کر لیتی ہو' کبھی فلم انڈسٹری میں کوشش کی؟''

''اوئے یار! کیا پوچھتے ہو' تم نے تو ہماری دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا' میں نے سوچا ہوا ہے' میں اگر فلم سٹار نہ بن سکی تو اپنی فلم ضرور بناؤں گی' چاہے اس کے لیے مجھے جتنا بھی سرمایہ خرچ کرنا پڑے۔'' اس نے ٹھنڈی سانس کھینچتے ہوئے کہا تو جسپال بولا۔

''چل اٹھ اور جا کر کوئی ڈھنگ کے کپڑے پہن کر آ' پھر گپ شپ کرتے ہیں ممکن ہے پھوپھو یا انوجیت ادھر آ جائے اور......''

''وہ دونوں گھر پر نہیں ہیں' صرف جوتی ہے اور وہ کچن میں مصروف ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''وہ گھر پر نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم بھوتنی بن کر آ جاؤ۔'' جسپال نے کہا تو وہ تیزی سے اٹھ کر ہنستے ہوئے باہر چلی گئی۔ وہ چند لمحے یونہی ساکت بیٹھا رہا' اس نے محسوس کیا کہ ہرپریت کے یوں آنے سے غبار چھٹ گیا ہے۔ جسپال نے پھر سے لیپ ٹاپ کھول لیا۔ لیکن جسمیندر ابھی تک آن لائن نہیں ہوا تھا اور نہ ہی کوئی میل آئی تھی' وہ پرسکون سا ہو کر لیپ ٹاپ اسکرین میں کھو گیا۔ اس کے ذہن میں اب دور دور تک رن ویر سنگھ کے بارے میں سوچ نہیں تھی۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہرپریت آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ٹرے تھی۔ جس میں چائے کے دو مگ دھرے ہوئے تھے۔ جسپال نے لیپ ٹاپ بند کیا اور ایک طرف رکھ کر چائے کا مگ تھام لیا۔ اس بار اس نے کاسنی رنگ کی شلوار اور سلیولیس قمیص پہنی ہوئی تھی۔

''چھت پر چلتے ہو یا یہیں رومانس چلے گا۔'' اس نے پوچھا۔

''پریتی......تو مجھے ایک بات بتا' یہ تو نے رومانس کس شے کا نام رکھا ہوا ہے؟''

''سچ بتاؤں۔'' اس نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ پرجوش انداز میں کہا۔

''ہاں سچ ہی بتاؤ' جھوٹ کیوں؟''

''تو پھر سنو.....!'' یہ کہہ کر اس نے بیڈ پر آلتی پالتی ماری' چائے کا مگ سامنے رکھا اور بولی۔ ''انتہائی فضول گفتگو اور مضحکہ خیز حرکات کو میں رومانس کرنا کہتی ہوں۔''

''واہ.....! کیا خیالات ہیں۔'' جسپال نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ جس پر ہرپریت نے اسے پرشوق نگاہوں سے دیکھا اور خوش ہوگئی' وہ جو چاہتی تھی وہ اس نے پالیا تھا۔ پھر چند لمحے بعد بولی۔

''واہ گرو کی مہر ہے ہم لوگوں پر جو تھوڑا بہت شعور دے دیا ہے ورنہ ہم بھی عام لوگوں کی طرح یا تو نشہ کر رہے ہوتے یا پھر گانے بجانے والوں میں شامل ہو جاتے۔ جسی! ہم لوگ نہیں بنے اس پیار کے کھیل کے لیے' محبت ہم لوگوں کو راس نہیں' وہ محبت جس میں دل دے دیا جاتا ہے' ہمیں تو ایک مقصد کے لیے جینا ہے' اور اس مقصد کے لیے مرجانا ہے' باقی وہ سوہنا رب جانے' کیا کرتا ہے۔''

''یار تم تو سیریس ہی ہوگئی ہو۔'' جسپال نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم نے میرے خیالات پوچھے ہیں نا' تو سچ بتا رہی ہوں۔ میرے لیے یہ جسم اور اس جسم کی لذتیں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں' یہ ایک اضافی شے ہے' جس کا میرے مقصد سے کوئی لینا دینا نہیں ہاں انہیں میں اپنے مقصد کے لیے استعمال ضرور کر سکتی ہوں۔ جس کی ابھی تک مجھے کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی' کیونکہ مجھے میرے دھرم اور ورثے کی پوری پہچان ہے' کیا تمہیں احساس نہیں ہوتا کہ میرے ویرا نوجیت نے کبھی بھی مجھے شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا' میں تمہارے ساتھ تنہا ہوتی ہوں' ایک بیڈ پر تمہارے ساتھ سوتی ہوں' کیا تم نے مجھے جذبات کے معاملے میں کوئی عام سی لڑکی پایا ہے؟'' وہ پورے جوش سے کہتی چلی گئی تھی۔

''پریتی.....! تو پہلی لڑکی ہے جو میرے اتنے قریب آئی ہے' یہ محض دل پھینک عاشق کا ڈائیلاگ نہیں اور نہ میں تمہارے سامنے جھوٹ بول رہا ہوں' وینکوور میں' کسی بھی لڑکی کا حصول عام سی بات ہے گرل فرینڈ رکھنا تو ایک پالتو جانور سے زیادہ سستا ہے' میں نہیں جانتا کہ تیرا اور میرا ساتھ کب تک رہے گا' لیکن اتنا ضرور چاہتا ہوں کہ جتنا وقت بھی گزرے' اچھا گزرے۔''

''واہ گرو بہت بھلی کرے گا' تو فکر نہ کر' اور یہ جو تیری سوچ ہے نا کہ جلدی جلدی سب کو ختم کر دوں مجھے اس سے اختلاف ہے' دشمن کو وقت دو جسی' جتنا دے سکتے ہو' اس پر اعتبار نہ کرو' اسے زخم لگا دو اور پھر دیکھو کہ وہ کس اذیت میں مبتلا ہے' کتا اور بندر اپنے زخم سے خود مر جاتا ہے۔ رویندر سنگھ کو زخم لگا دیا ہے' وہ اب سکون سے نہیں بیٹھے گا' اور میں تمہیں بتا دوں اب بلجیت سنگھ بھی تمہارے سامنے نہیں آئے گا' کیونکہ انہیں یقین ہے کہ یہ سب کچھ تم نے کیا ہے' کیسے کیا ہے؟ یہ انہیں سمجھ نہیں آ رہی ہے۔''

''اور تمہارا کیا خیال ہے' انہیں سمجھ آنی چاہیے' یا نہیں؟'' جسپال نے پوچھا۔

''نہیں' ناچتے رہیں وہ' جب تک انہیں سمجھ آئے گی' ہم بہت کچھ کر چکے ہوں گے۔'' ہرپریت نے کہا' تبھی جسپال کا فون بج اٹھا' وہ

جسمیندر کی کال تھی' اس نے جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا اور اسے آن کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ آن لائن تھا' رابطہ ہوتے ہی جسپال نے کہا۔

''یار' ان لوگوں کو مجھ پر شک ہوگیا ہے' پولیس آفیسر آیا تھا اور چھپے لفظوں میں دھمکی لگا گیا ہے۔''

''وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا پیارے۔'' جسمیندر نے جواب دیا۔

''وہ کیسے......؟'' اس نے پوچھا۔

''وہ ایسے میری جان کہ اگر ثبوت ہوگا' تبھی نا' کوئی ثبوت نہیں ہے تمہارے بارے میں......'' اس نے جواب دیا۔

''وہ لوگ' جو میرے ساتھ تھے......'' جسپال نے اپنا شک اس کے سامنے رکھا۔

''وہ لوگ بھارت میں ہوں گے تو انہیں پکڑیں گے' ان میں سے کچھ یہاں کینیڈا آ گئے ہیں اور کچھ تھائی لینڈ میں ہیں۔ انہیں پتہ تھا کہ کامیاب مہم کے بعد وہ بھارت میں نہیں رہیں گے' اس لیے پوری کوشش کر کے تمہارا ساتھ دے رہے تھے۔ وہ بڑے کام کے بندے تھے' اب چند دنوں تک تیرا اور میرا رابطہ نہیں ہوگا اور تو بھی سکون کر' ادھر ادھر پھر' موج کر۔''

''تمہارا کیا خیال ہے' میں سکون سے رہ پاؤں گا۔'' جسپال نے کہا۔

''یہ تو رہنا ہوگا' کیونکہ میں ابھی خود فیصلہ نہیں کر پایا کہ اب تجھے کیا کرنا ہے' میرے ساتھ یہاں کچھ مسئلے چل رہے ہیں' وہ دو چار دن لیں گے' پھر ٹھیک ہو جائے گا' بس تو نارمل رہ' زیادہ جذباتی نہ ہو۔ ہرپریت کی صورت میں تجھے بہت اچھی دوست مل گئی ہے' اس کے ساتھ اچھا وقت گزار۔'' وہ بولا۔

''ہاں......! یہ بہت اچھی ہے۔ میرا بہت خیال رکھتی ہے۔'' جسپال نے ہرپریت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ' جسمیندر۔'' ہرپریت نے کیمرے کے سامنے آ کر کہا۔

''نہیں ہرپریت تم اس کی حق دار ہو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں' مجھے امید ہے کہ ہماری جلد ملاقات ہوگی۔'' اس نے کہا تو وہ پرجوش انداز میں بولی۔

''کیوں نہیں' مجھے بھی بہت شوق ہے تم سے ملنے کا۔''

''بس تم جسپال کا خیال رکھنا' دو یا تین دن' اس کے بعد میں بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔ انوجیت کو' بے بے جی کو میری طرف سے وش کرنا۔''

''جی' ضرور۔'' وہ بولی۔

''او کے جسپال' او کے ہرپریت...... بہت ساری محبت......'' یہ کہتے ہوئے وہ آف لائن ہوگیا۔ وہ دونوں چند لمحے اس ماحول میں رہے' پھر جسپال نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور ہرپریت کی طرف دیکھ کر بولا۔

''ہوں......! تو تم میرا خیال رکھو گی۔''

''بالکل......'' اس نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا تو جسپال نے ایک دم سے اسے پکڑ لیا۔ شاید وہ اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس لیے قابو

میں آ گئی' جسپال نے اسے نیچے گرایا اور گہری آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ ہرپریت نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ تو جسپال نے ایک طویل مہر اس کے لبوں پر لگا دی۔

☆ ☆ ☆

صبح کا سورج طلوع ہونے میں تھوڑا وقت تھا۔ جب میں اماں اور سوہنی کو لے کر نور نگر پہنچ گیا۔ اماں آتے ہی یوں کچن میں گھس گئی جیسے وہ یہاں سے گئی ہی نہ ہو' جبکہ سوہنی اپنے ساتھ لائی ہوئی چیزوں اور کپڑوں کو اپنی اپنی جگہ رکھنے لگی' میں نے کار گھر کے باہر ہی کھڑی رہنے دی' اور خود بائیک لے کر ڈیرے پر چلا گیا۔ بھیدہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ اس نے اپنے ساتھ ایک اور بندے کو لگایا ہوا تھا' میں گیا تو حال احوال کے بعد کہنے لگا۔

''جا اندر جا کر آرام کر' اب میرے ساتھ یہ کام کر لیا کرے گا' میں نے تجھے پہلے ہی بے فکرا کر دیا ہے۔''

''ٹھیک ہے یار' پر میں آرام گھر ہی میں جا کر کروں گا' تو مجھے دودھ ڈال دے تو میں جاؤں۔'' میں نے بھی وہاں بیٹھنا مناسب خیال نہیں کیا۔

''تو چاہے جہاں آرام کر' لیکن اب بہت محتاط ہو جا۔'' اس نے لاپرواہی والے انداز میں کہا تو میں چونک گیا۔ تب میں نے پوچھا۔

''ایسے کیوں کہہ رہا ہے؟''

''کل سے' اور رات بھی' بندے پھرتے رہے ہیں یہاں پر' اب میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس کے بندے تھے' یا محض چور اچکے تھے۔ مجھے جب معلوم ہوا تو دو چار فائر نکالے تھے میں نے' پھر بعد میں سکون رہا۔'' بھیدے نے تفصیل سے بتایا' اور پھر دودھ ڈالنے لگا۔ جب وہ دودھ ڈال چکا تو سیدھا ہو گیا۔

''اچھا کیا تو نے مجھے بتا دیا۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

''جمالے......! یہ چھیڑ جو پڑ گئی ہے اور اس میں تُو خود بھی بہہ گیا ہے' اب مجھے نہیں لگتا کہ یہ چند دن کی کہانی ہو گی۔ اس لیے تیرے جو بھی ٹھکانے ہیں' انہیں فوراً بدل لے......دشمن کا کیا اعتبار......'' اس نے مجھے صلاح دی' بے چارہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کہانی میں نے خود شروع کی ہے اور میں نے ہی اسے انجام تک پہنچانا ہے۔ اور پھر کہانی کیا سے کیا ہو گئی ہے' مگر جو اس نے مجھے مشورہ دیا تھا وہ بہرحال معقول تھا۔ میں نے سر ہلایا' دودھ کا برتن اٹھایا اور ڈیرے سے نکلتا چلا گیا۔

میں گھر پہنچا تو صحن میں دھری چارپائی پر چھاکا لیٹا ہوا تھا' میں نے بائیک کھڑی کی' دودھ کا برتن اماں کو پکڑایا اور اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ یونہی لیٹا رہا تو میں نے اس کی کمر پر دھپ مارتے ہوئے کہا۔ ''اوئے رات نہیں سویا جو یوں مردوں کی طرح پڑا ہے؟''

''ناں......! یہ تو پھر سوہنی کو لے آیا ہے۔'' اس نے ویسے ہی پڑے پڑے کہا تو میں نے دھیمے انداز میں کہا۔

''مجھے معلوم تھا کہ تو مجھ سے یہی سوال کرے گا' آرام سے ناشتہ کر اور پھر سکون سے بتاتا ہوں کہ میں اسے کیوں لایا ہوں۔''

''دیکھ اگر تیرا کوئی اس سے پیار محبت والا معاملہ چل پڑا ہے تو بھی مجھے ابھی بتا دے' میں تمہارے راستے کی دیوار نہیں بنوں گا' بلکہ تجھے مشورہ دوں گا کہ تو اس کے پاس چلا جا اور کاندھے پر پرنا رکھ کے......'' وہ غصے میں پتہ نہیں مزید کیا بکتا' مگر اس سے پہلے ہی میں نے اس کی بات

کاٹتے ہوئے کہا۔

''بکواس ہی کرتا جائے گا یا جو میں کہہ رہا ہوں اس پر یقین کرے گا۔''

''یقین تو تیرا ہی کرنا ہے جمالے.....''اس نے اسی طرح لیٹے لیٹے جواب دیا۔

''تو چل آ پھر پہلے تجھے ساری بات بتا دوں' پھر آ کے ناشتہ کرتے ہیں۔''میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں' مجھے اتنی بھی جلدی نہیں ہے۔''اس نے کہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔تبھی میں نے بھیدے کے شک کے بارے میں اسے بتایا تو وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''پیرزادوں اور سرداروں کی لڑائی تو چھڑ گئی ہے'اس میں کوئی شک نہیں' مگر سردار ابھی ہچکچا رہا ہے۔علاقے کے جو دوسرے زمیندار ہیں' ان میں ایک دو ہی ابھی غیر جانبدار ہیں' باقی سارے ادھر یا پھر ادھر گئے ہوئے ہیں' ایک ہلچل سی مچ گئی ہے' ممکن ہے کوئی کسی داؤ پر ہو۔''

''ظاہر ہے ہر بندے کو اپنا تحفظ کرنا ہے' سیاسی معاملات تو ہیں ہی' ان کی اتنی اہمیت نہیں' اصل بات لوگوں کے بغاوت کر دینے کی ہے' یہی میں چاہتا ہوں۔''میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ہمارے اس علاقے کے ہر گاؤں میں اور ہر بستی میں وہاں کے زمیندار یا جاگیردار کہہ لو'اس کے خلاف کچھ نہ کچھ بندے ضرور موجود ہیں' وہ خاموش ہیں' کیونکہ نہ انہیں سہارا ہے' نہ طاقت ہے اور نہ ہی ان کے پاس وسائل' ان سب کو ایک جگہ اکھٹا کرنا ہوگا۔''

''یار یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ طاقت کی طرف اپنا جھکاؤ کرتا ہے۔انہیں کسی دوسری طرف طاقت دکھائی دی تو وہ ادھر ہو جائیں گے'اس میں بڑا وقت لگے گا' تو یہ مت سوچ' اس منزل تک پہنچنے کے لیے ابھی بڑا وقت پڑا ہے اور بہت کچھ کرنا ہوگا' جب میں تجھے سوہنی کے یہاں آنے کے بارے میں بتاؤں گا نا' تو پھر مجھے بتانا' سمجھ لو سارا کھیل ہی بدل گیا ہے۔''لفظ ابھی میرے منہ ہی میں تھے کہ سوہنی کچن میں سے نکلی' اس کے ہاتھ میں ٹرے تھا' میں ہاتھ منہ دھونے کے لیے اٹھ گیا' تو وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

''جمال.....! ناشتہ تو کر لو.....؟''

''میں ہاتھ دھو آؤں۔''میں نے آہستگی سے کہا تو وہ تیزی سے بولی۔

''تم یہیں بیٹھو' میں دھلوا دیتی ہوں ہاتھ۔''یہ کہتے ہوئے اس نے ٹرے چارپائی پر رکھی' جہاں چھاکا اب اٹھ بیٹھا تھا' وہ بڑے غور سے سوہنی کو دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں تجسس بھری حیرت تیر رہی تھی۔وہ ٹرے رکھ کر پلٹ گئی تو میں پائنتی کی طرف چارپائی پر بیٹھ گیا' تبھی چھاکا بولا۔

''یار.....! کیا جادو کر دیا ہے تو نے اس پر' ایسی خدمت.....؟''

''ناشتہ کر لے پھر بتاتا ہوں' ورنہ یہ کھانا پینا یہیں بھول جائے گا۔''میں نے پھر آہستگی سے کہا تو وہ بے چین ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔سوہنی آئی اور میرے ہاتھ دھلوا کر چلی گئی۔جب ہم ناشتہ کر چکے اور چائے کی پیالیاں خالی کر کے رکھ دیں تو میں نے باہر والے کمرے کی طرف جانے کا اشارہ

کر کے اٹھ گیا۔ چھاکا بھی میرے پیچھے پیچھے آ گیا۔ اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد میں سوہنی کی بتائی ہوئی بات اسے بتادی۔ تو حیرت کی انتہا پر بولا۔

''یہ تو غضب ہو گیا جمالے.....سوہنی سردار شاہ دین کی بیٹی ہے؟''

''ہاں چھاکے.....!غضب ہی ہوا ہے' اب بتا' میرا اسے یہاں لانا بنتا ہے کہ نہیں؟''

''لیکن اگر یہ سب جھوٹ ہوا تو' نری کہانی.....تو پھر.....؟'' وہ تشویش سے بولا۔

''تو پھر کیا ہوا' ایک بار تو پتا چل جائے گی نا.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یار سیانے کہتے ہیں کہ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کرنا چاہیے جس پر بات دینی آ جائے۔ یہ ہم کیسے ثابت کریں گے؟'' اس نے الجھتے ہوئے پوچھا۔

''یار.....ثابت جب ہوگا سو ہوگا' مجھے ثابت کرنے کی کوئی جلدی نہیں ہے' تو دیکھتا جا' میں کرتا کیا ہوں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا تو

چھاکا چند لمحے خاموش رہا پھر چونک کر بولا۔

''بھیدے نے جو بندوں والی بات بتائی ہے' اگر اس کا شک درست ہوا تو.....ہمیں اپنا بندوبست کرنا چاہیے۔''

''ہاں' بندوبست تو ہونا چاہیے۔ اب تو بندوبست ہر وقت رکھنا ہوگا' ہم صرف سرداروں کے ساتھ ہی نہیں کھیل رہے ہیں' ہمیں پیرزادوں سے بھی اتنا ہی خطرہ ہے۔ اب تو علاقے کے لوگ بھی اس کھیل میں شامل ہو چکے ہیں۔'' میں نے تحمل سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تو چل پھر اٹھ جا' دوستوں کو اکٹھا کرتے ہیں۔ کوئی ادھر ادھر کی خبر لیتے ہیں' کون' کس کے بارے میں' کیا کر رہا ہے۔ یونہی بیٹھے رہنے سے کیا ہوگا۔'' چھاکے نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''وہ تو کرنا ہے.....ابھی نکلتے ہیں' لیکن میرا خیال ہے' کل دلبر کے سوئم کی دعا ہے' اس پر پورے علاقے کے لوگ آئیں گے' میرا خیال ہے' تب تک نہ پیرزادے کچھ کر سکیں گے' اور نہ سردار' ورنہ وہ علاقے میں مزید گندے ہو جائیں گے۔'' میں نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''یہ صرف تو سوچتا ہے نا' جس نے اپنا کام دکھانا ہے' وہ دکھا جائے گا' ہو سکتا ہے ملک سجاد کے بندے آ گئے ہوں.....یا سردار ہی کوئی اور کھیل کھیلنا چاہتا ہو۔ وہی جو ہم نے ان کے ساتھ کیا.....'' چھاکے نے ایک پہلو کے بارے میں توجہ دلائی تو مجھے خیال آیا۔

''یار.....!اب تک رندھاوے نے بھی کوئی رابطہ نہیں کیا۔ ممکن ہے' باہر ہی باہر سے معاملہ ہی کچھ دوسرا ہو گیا ہو۔''

''اسی لیے کہہ رہا ہوں نہ کہ باہر نکلیں گے تو آس پاس کی خبر ملے گی۔'' چھاکا چارپائی سے اٹھ گیا۔

''ہاں' وہ تو ہے' چل' دلبر کے گھر ہی چلتے ہیں۔ وہاں باہر لوگ فاتحہ خوانی کے لیے بیٹھے ہی ہوں گے۔ وہاں سے کچھ معلوم ہو۔'' میں نے کہا اور اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ دھوپ چڑھ آئی تھی' جو سارے صحن میں پھیلی ہوئی تھی۔ چند منٹوں میں چھاکے نے میرا بائیک نکالا اور ہم اس پر سوار ہو کر دلبر کے گھر کی جانب چل پڑے۔

دلبر کے گھر کے باہر کافی سارے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ گاؤں کے تھے اور ادھر ادھر کے علاقے سے آئے ہوئے تھے' وہ بھی زمین پر بچھی ہوئی دریوں پر تھے۔ چھاکے نے ایک طرف بائیک روکی' میں اترا اور جا کر ان میں بیٹھ گیا۔ فاتحہ پڑھی اور پھر حسب معمول باتیں ہونے

لگیں۔ میں نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ میری طرف بڑی گہری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ گاؤں سے باہر ہی کے لوگ تھے۔ چھاکا اس وقت تک دلبر کے گھر کے اندر چلا گیا تھا کیونکہ اس وقت تمام تر معاشی معاملات اس کے سپرد تھے۔ میں خاموشی سے وہاں بیٹھا رہا اور لوگوں کی باتیں سنتا رہا۔ وہاں یہ شکوہ موجود تھا کہ پیرزادے آ کر چلے گئے' علاقے کے دوسرے زمیندار بھی کسی نہ کسی طرح انہیں پرسہ دینے آئے لیکن اپنے ہی گاؤں کے سردار نہیں آئے۔ سردار شاہ دین نہیں آیا' نہ سہی لیکن شاہ زیب کو ایک بار ان کے ہاں آ جانا چاہیے تھا۔ میں نے وہاں کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی کرنے کی ضرورت تھی۔ چاہے دبی دبی زبان ہی میں سہی' سرداروں کے خلاف لوگ بولنا شروع ہو گئے تھے۔ لوگ آتے جاتے رہے اور میں وہیں بیٹھا رہا' دوپہر ہونے کو آ گئی تھی جب سرداروں کا خاص ملازم فخرو وہاں آ گیا۔ روایت کے مطابق اس نے فاتحہ پڑھی اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ لوگوں نے دبے دبے لفظوں میں اس سے سرداروں کے نہ آنے کا گلہ بھی کیا' اس نے بتایا کہ بڑے سردار صاحب تو شہر میں ہیں اور وہاں بہت مصروف ہیں' جبکہ شاہ زیب لاہور گیا ہوا ہے۔ اپنے داخلے وغیرہ کے سلسلے میں۔ وہ صریحاً جھوٹ بول رہا تھا۔ میری اطلاع کے مطابق دونوں حویلی میں تھے۔ نجانے کیوں میرے دماغ میں اس کا جھوٹ کھٹکنے لگا۔ وہ ایسا کیوں کہہ رہا ہے؟ ممکن ہے سردار شاہ دین چلا گیا ہو' ملک سجاد کی حالت خاصی خراب تھی۔ مجھے یہ سوچ آنے لگی کہ اگر فخرو درست کہہ رہا ہے تو پھر کم از کم سرداروں کی طرف سے خطرے والی بات نہیں ہے' میرے بارے میں جو لوگ پوچھتے پھرتے ہوں گے' وہ کوئی اور ہوں گے' لیکن اگر فخرو جھوٹ بول رہا ہے تو پھر مجھے کسی نئی صورت حال کے لیے پوری طرح تیار رہنا چاہیے۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک دم مجھے خیال سوجھا' کل آنے سے پہلے ہی ہلچل مچا دی جائے۔ میں فخرو کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھ گیا' انہی لمحات میں' جبکہ وہ آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا' میں تیزی سے اٹھا اور جوتے پہن لیے۔ فخرو آرام سے جوتے پہن کر چند قدم چلا ہی تھا کہ میں اس کے برابر جا کر بولا۔

''فخرو......! سردار شاہ دین تو گھر میں ہے' تو نے وہاں جھوٹ کیوں بولا۔''

میرے یوں کہنے پر اس نے طنزیہ انداز میں مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

''تجھے زیادہ پتہ ہے یا مجھے' جو میں ہر وقت حویلی میں رہتا ہوں۔''

''حویلی میں رہنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم جھوٹ ہی نہ بولو' خیر...... ! ایک بات تو بتاؤ فخرو؟''

''بولو......'' اس نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جوانی میں سردار نے خوب دولت لٹائی ہو گی' طوائفوں کے پاس بھی جاتا ہو گا۔''

''سردار صاحب نے دولت لٹائی یا طوائفوں کے پاس گیا' تمہیں اس سے کیا لینا دینا؟'' اس نے بغور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا تو میں نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

''بہت کچھ لینا دینا ہے فخرو' بہت کچھ...... اتنا کچھ کہ تم اور تیرے سردار تصور بھی نہیں کر سکتے' خیر...... ! تم جاؤ اور جا کر بڑے سردار صاحب کو میرا پیغام دے دو کہ اس کی بیٹی میرے پاس ہے اور......''

''کیا بکواس کر رہے ہو تم...... سردار صاحب کی کوئی بیٹی نہیں' یہ تمہیں بھی معلوم ہے اور سارے......''

''بکواس بند کر فخرا اور صرف میری بات سن۔'' میں نے اچانک ہی بھناتے ہوئے کہا تو وہ میری طرف الجھتے ہوئے انداز میں دیکھ کر بولا۔

''کہو......!''

''اس کی بیٹی ہے' ناجائز بیٹی۔ تفصیل معلوم کرنی ہو تو ملک سجاد سے پوچھ لے...... جو اس کی بیٹی کا عاشق تھا۔ جو تیرے سردار کا گہرا یار ہے۔ پھر بھی پتہ نہ چلے تو مجھ سے پوچھ لینا' لیکن تم نے نہیں آنا' بلکہ اپنے سردار کو بھیجنا۔'' میں نے غصے میں کہا تو وہ حیرت سے میری طرف دیکھ کر بولا۔

''جمال......! تم سچ کہہ رہے ہو؟''

''ہاں سچ کہہ رہا ہوں...... کل صبح تک کا وقت ہے تیرے سرداروں کے پاس' ورنہ...... کل یہیں جب دلبر کے لیے پورے علاقے سے لوگ آئیں گے تو ان میں سردار شاہ دین کی بیٹی بھی آ جائے گی۔ اور اگر یہاں نہ آئی تو پورے علاقے کی پنچائیت بلا کر اس میں وہ بتائے گی کہ وہ کس طرح شاہ دین کی بیٹی ہے' جاؤ اور جا کے بتاؤ اسے' وقت بہت کم ہے۔'' میں نے تیز لہجے میں کہا اور پلٹ کر بائیک لینے کے لیے چل دیا۔ فخرو چند لمحے وہیں حیرت میں گم کھڑا رہا پھر تیز تیز قدموں سے چل پڑا۔

مجھے اس وقت اچانک ہی یہ خیال آیا تھا کہ اس نے ابھی تک ملک سجاد کے بارے میں نہیں پوچھا کہ وہ اس وقت کس حالت میں ہے۔ اسے ہوش آ گیا ہے یا ابھی تک بے ہوش ہے۔ خطرے میں ہے یا خطرے سے باہر' میں چاہتا تھا کہ سوہنی کے بارے میں ملک سجاد ہی اسے بتائے' تاکہ اسے پوری کہانی خود بخود معلوم ہو جائے' مجھ پر اعتبار کرتے ہوئے شاید اسے وقت لگے۔ میں نے چھاکے کا انتظار کیے بغیر اچھو کریانے والے کی دکان پر جا کر فون کرنے کا سوچا۔ دو گلیاں پار کر کے اس کی دکان تھی۔ میں نے بائیک اسٹارٹ کی اور اس طرف بڑھ گیا۔ دکان پر چند گاہک کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے انتظار کرنا چاہا مگر اچھو فوراً ہی میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

''جی' بھائی فون کرنا ہے......''

''وہی فون نمبر ملا دے۔'' میں نے کہا تو اس نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے فوراً ہی نمبر ملا دیئے اور پھر ریسیور مجھے تھما دیا۔ میں نے ریسیور کان کو لگایا اور رابطہ ہو جانے کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد فون پک کر لیا گیا۔ مگر دوسری جانب سے آواز ملک سجاد کی نہیں تھی۔ تبھی میں نے کہا۔

''مجھے ملک سجاد سے بات کرنی ہے۔''

''جی ان سے بات نہیں ہو سکے گی' وہ اس وقت ہسپتال میں ہیں۔'' دوسری طرف اسے کافی حد تک افسردگی میں کہا گیا تو میں نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

''خیر تو ہے کیا ہوا ہے انہیں۔''

''ایک حادثہ ہو گیا تھا' اس میں انہیں شدید چوٹیں لگی ہیں۔ زخمی بھی ہو گئے تھے۔''

''اوہ......! خطرے والی کوئی بات تو نہیں' میرا مطلب ہے' وہ ٹھیک تو ہیں نا۔'' میں نے اپنے لہجے کو جان بوجھ کر تشویش زدہ کر لیا۔

''خطرے والی بات تو ہے' لیکن بہر حال اب وہ ہوش میں ہیں۔ ڈاکٹر نے بات چیت اور ملنے ملانے سے منع کر رکھا ہے' دو چار دن میں ان سے رابطہ ہو جائے گا' ویسے آپ کون اور کہاں سے بات کر رہے ہیں......؟''

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' بلکہ خاموشی سے فون رکھ دیا۔ مجھے مزید بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اچھو اپنے گاہکوں کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔ اس لیے پلٹا اور بائیک کی طرف بڑھنے لگا۔ تب اچانک بائیں جانب سے چند لوگ بڑھے اور مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب مجھ پر پل پڑے۔ میں بس ایک نگاہ ہی انہیں دیکھ پایا تھا۔ یہ وہی تھے جو دلبر کے گھر کے سامنے کچھ دیر پہلے میں نے دیکھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں' ڈنڈے اور ہاکیاں تھیں۔ ان میں سے کوئی چہرہ بھی نور نگر کا نہیں تھا۔ مجھے نہیں یاد کہ وہ کتنے تھے' بس اندازہ ہے کہ سات سے دس تک ہوں گے۔ پہلی ہاکی کی ضرب میری پشت پر کاندھوں کے پاس لگی' پھر ہاکیوں' ڈنڈوں اور لاٹھیوں کی یلغار ہو گئی۔ میں ان کے حصار میں تھا' ان سے بچنے کا یہی طریقہ میرے ذہن میں آیا کہ سب سے پہلے میں ان کا حصار توڑ دوں' پھر جب وہ سامنے آ جائیں تو میں کچھ کر پاؤں۔ میں نے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے اور ایک دم زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اگلے ہی لمحے ان کے درمیان سے ہو کر گلی کی جانب بڑھا' میں ان کا حصار توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایسے میں ایک نے لاٹھی مارنے کو بلند کی تو میں اس پر جا پڑا' دونوں ہاتھوں کے پورے زور سے اس کی لاٹھی کو ایک جھٹکا دیا۔ تب تک دو چار ضربیں میرے لگ گئی تھیں۔ لاٹھی میرے ہاتھ میں آ گئی تو میرے اندر ایک حوصلہ آ گیا۔ میں چاہے اب وار کرنے کے قابل نہیں تھا لیکن اپنا کچھ نہ کچھ دفاع تو کر سکتا تھا' چند منٹ تک میں اپنا دفاع کرتا رہا لیکن کب تک' میں نے لاٹھی کو دائیں ہاتھ سے بائیں میں لیا اور دائیں ہاتھ سے اپنا پسٹل نکالنا چاہا' یہی لمحہ میرے لیے خطرناک ثابت ہوا۔ اچانک ہی دو چار بندوں نے مجھے بری طرح جکڑ لیا۔ میں نے ان کے حصار سے نکلنے کے لیے زور آزمائی کرنے لگا' مگر نہ نکل سکا' وہ بھی شہ زور لگتے تھے۔ ایسے میں ایک کیری ڈبہ ان کے پاس آ گیا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' میرے پیروں کی طرف سے پکڑ کر مجھے اٹھا لیا' میں سمجھ گیا کہ یہ مجھے اغوا کر کے لے جانا چاہتے ہیں۔ میں نے پوری قوت لگا کر ان کی گرفت سے نکلنا چاہا مگر نہ نکل سکا۔ تب تک کیری ڈبے کا دروازہ کھلا اور مجھے اس میں پھینک دیا گیا۔ میرے چوٹیں تو آئیں مگر میں نے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہا تب تک پسٹل کی نال میری گردن پر آن لگی۔

''اب زیادہ ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں...... آرام سے پڑے رہو۔ جان سے نہیں مارنا چاہتے' لیکن اگر تم نے کوئی حرکت کی تو ہم ذمے دار نہیں......'' ایک سخت لہجے والی آواز سنائی دی تو میں وہیں ساکت ہو گیا۔ درد' جلن اور ٹیسوں سے میرا برا حال ہو رہا تھا' تبھی میں نے پوچھا۔

''کون ہو تم لوگ......اور کیا چاہتے ہو؟''

''چپ چاپ پڑے رہو' ابھی پتہ چل جائے گا۔'' اس نے کہا ہی تھا کہ کیری ڈبہ چل پڑا۔ مجھے شدید جھٹکے لگ رہے تھے اور وہ مجھ پر اپنے پاؤں رکھے ہوئے تھا۔ میں اوندھے منہ پڑا تھا' مجھے نہیں معلوم کہ ڈبے میں اور کتنے لوگ تھے۔ مجھے لگا کہ جیسے میں اپنے حواس کھو رہا ہوں لیکن میں نے خود پر قابو رکھا' نجانے کہاں کہاں سے چلتے ہوئے تقریباً آدھے گھنٹے بعد کیری ڈبہ رک گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ میں اپنے علاقے سے باہر نہیں

یہیں کہیں ہوں۔ تبھی اس بندے کی آواز سنائی دی۔

''اپنے پیروں پر اٹھو گے یا گھسیٹ کر لے جائیں۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ کوشش کر کے اٹھا تو میرا بدن چیخ چیخ کر احتجاج کرنے لگا۔ میں اٹھا اور کیری ڈبے سے اترنے سے پہلے نظریں اٹھا کر دیکھا' میرے سامنے سردار شاہ دین کا ڈیرہ تھا۔ مجھ پر حملہ ہوتے ہی نجانے کیوں میرے لاشعور نے مجھے بتا دیا تھا کہ یہ سرداروں کے بھیجے ہوئے ہی لوگ ہوں گے۔ اور وہ ڈیرہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا۔ نجانے کیوں اس وقت میرے اندر ایک اطمینان اتر آیا تھا کہ یہ کم از کم مجھے جان سے نہیں ماریں گے' بلکہ تشدد کر کے مجھ سے پوچھ گچھ ضرور کریں گے لیکن سوال یہ تھا کہ کیا فخر و اتنی جلدی حویلی پہنچ گیا تھا' کیا اس نے سوہنی کے بارے میں سرداروں کو بتا دیا تھا' ایسا ممکن نہیں تھا' جب تک میں اچھو کریانے والے کی دکان پر پہنچا تھا' تب تک وہ حویلی نہیں پہنچ سکتا تھا' مجھے تو زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ لگے ہوں گے' مگر اسے حویلی تک جانے میں آدھا گھنٹہ چاہیے تھا۔ اس کا مطلب ہے یہ لوگ پہلے ہی میری تاک میں تھے۔ بھید ے کی بات سچ تھی۔ اب یہاں ڈیرے پر لا کر وہ مجھ سے کیا چاہتے تھے' یہ تو وہی لوگ جانتے تھے۔

میں سکون سے ڈیرے کی جانب چل پڑا۔ ذرا سی بھی مزاحمت نہیں کی' گیٹ پار کر' ڈیوڑھی عبور کی پھر صحن سے پہلے ہی دائیں طرف کے رو میں بنے ہوئے کمرے میں سے ایک کی جانب بڑھے' ہم برآمدے میں سے چلتے ہوئے اس کمرے میں گئے' باقی سب پیچھے رہ گئے۔ تین بندے میری پشت پر تھے۔ سامنے ہی صوفے پر شاہ زیب بیٹھا ہوا تھا' جو میری جانب طنزیہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

''مجھے بہت افسوس ہے جمال کہ تجھے یوں خاطر مدارت کر کے یہاں لایا گیا۔ ورنہ تم کہاں آنے والے تھے ...... فنکار ہونا' تمہیں بہت مان ہے خود پر ......'' یہ کہہ کر اس نے میری پشت پر کھڑے بندے سے پوچھا۔ ''اس کا پسٹل تو نکال لیا تھا نا ......؟''

''جی ......! ایک ہی تھا ...... اب یہ نہتا ہے۔''

''ٹھیک ہے ......'' شاہ زیب نے کہا پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ ''میں نے تمہیں بہت عزت دینا چاہی تھی جمال ......! مگر تیرے جیسے بے اوقات لوگ عزت کے قابل ہی نہیں ہیں۔ تجھے تو اس دن شوٹ کر دینا چاہیے تھا جب میلے سے اگلے دن تم حویلی میں آ کر کتے کی طرح بھونکے تھے۔ یہ میں ہی تھا' جس نے تیری بابا سے وکالت کی تھی۔ میں نے بابا سے کہا تھا کہ تیرے جیسے کتے کو میں سدھار لوں گا' مگر بابا سچے تھے' انہوں نے کہا تھا کہ نہیں' تم سانپ ہو' ڈنگ مارو گے ...... اور تم نے ثابت کر دیا۔''

''شاہ زیب ......! بے اوقات میں نہیں' تم ہو۔ دوسروں کے بازوؤں کا سہارا لے کر' دھوکا دے کر وار کرنے والا تو کتے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ اور تم منافقت کرتے رہے' پتہ ہے' مرد منافقت نہیں کرتا' ہیجڑا کرتا ہے منافقت ...... اور تیرے جیسے کئی خواجہ سرا میرے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں' تو اگر مرد کا بچہ ہے نا تو میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال' کتوں کے غول میں کھڑا کیوں بھونک رہا ہے۔'' میں نے اسے شدید غصہ دلانے کے لیے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ ایک دم سے باؤلا ہو گیا' وہ بھنا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک دم سے سرد پڑ گیا۔ شاید اسے کوئی سوچ آ گئی تھی۔ اس لیے مسکراتے ہوئے بولا۔

''یہ چلتر کسی اور کو دکھانا...... ابھی تیرے ساتھ بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ میں اپنے ہاتھ گندے نہیں کرنا چاہتا۔'' پھر میری پشت پر کھڑے اس بندے سے کہا۔'' لے جاؤ اسے اور شام ہونے تک اس کا جوڑ جوڑ الگ کر دو پھر پولیس والے خود ہی اسے پار کر دیں گے' جب تک پولیس والے نہیں آتے' اس کی دھنائی ہوتی رہنی چاہیے۔''

''شاہ زیب...... میری تم سے کوئی دشمنی نہیں' لیکن تم مجھ سے دشمنی کی ابتدا خود کر رہے ہو' یہ دیکھ لو...... اتنا کچھ ہی کرنا' جتنا تم سہہ سکو......'' میں نے اس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے نفرت سے کہا۔

''اوئے تیری اوقات ہی کیا دشمنی کرنے والے کی...... تیرے جیسا بندہ اور ہمارا دشمن' فضول سوچ رہے ہو تم...... میں چاہوں تو ابھی تیری سانسیں بند کر دوں...... مگر میں نہیں سمجھتا کہ تجھ جیسے حقیر اور گھٹیا بندے کو میں ماروں' تیرے جیسے سنپولیے جب بھی سر اٹھاتے ہیں' ہم انہیں کچل دیتے ہیں۔''

''شاہ زیب...... ! میں تمہیں اب بھی سمجھا رہا ہوں' دشمنی مت کر' ورنہ تجھے بہت مہنگا پڑے گا۔ اتنا ہی بول' جتنے لفظوں کی تو قیمت ادا کر سکتا ہے۔ بہت زیادہ بول رہا ہے تو۔'' اس بار میں نے ٹھنڈے لہجے میں سکون سے کہا۔ کیونکہ اس وقت میں شاہ زیب کے بارے میں فیصلہ کر چکا تھا۔

''بابا نے اس دن کہہ دیا تھا کہ میں تجھے مار دوں...... اور میری غلطی تھی کہ میں نے تجھے نہیں مارا' میں دیکھتا رہا کہ تو کرتا کیا ہے' تو نے جو کچھ بھی کیا ہے' اپنی اوقات سے بڑھ کر کیا ہے۔ جا لے......'' یہ کہہ کر اس نے مجھے لے جانے کا اشارہ کیا۔ تبھی میرے پیچھے کھڑے بندے کی گرفت مجھ پر سخت ہو گئی۔ اس نے مجھے ایک جھٹکا دیا اور کمرے سے باہر لے جانے کے لیے دھکا دیا۔ تبھی میرے اندر آگ بھر گئی۔ اس سے پہلے کہ میں اس آگ میں خود جل جاتا' میں نے خود پر قابو پا لیا۔ اس وقت ان لوگوں سے بھڑ جانے کا مطلب نری خودکشی تھی۔ میں کسی نہ کسی طرح کچھ وقت لینا چاہ رہا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے دھکے دے کر وہاں کمرے سے نکالا اور باہر برآمدے میں لے آئے۔ بلاشبہ انہوں نے مجھے کہیں بند کر کے ہی تشدد کرنا تھا۔ میں ذہنی طور پر شدید سے شدید تشدد کے لیے تیار ہو گیا۔

میں زیادہ سے زیادہ وقت اس لیے لینا چاہ رہا تھا کہ اچھو کی دکان سے محض دو گلیاں پار دلبر کے گھر میں چھاکا موجود تھا اور دو گلیاں دور ہی میرا گھر تھا' بیچ چوراہے میں ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے وہاں سے اٹھا کر لے آئے۔ کیا گاؤں نور نگر میں کوئی بھی ہلچل نہیں ہوئی ہو گی؟ کیا چھاکے کو معلوم نہیں ہوا ہو گا؟ ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ وہاں گاؤں میں پتہ چل گیا ہو گا' لیکن اس میں شک کیا جا سکتا تھا کہ انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ میں کہاں ہوں چلتے چلتے اچانک مجھے یہ خیال آیا کہ کیا مجھے تشدد سہتے رہنا چاہیے؟ اور پولیس کا انتظار کرنا چاہیے کہ وہ کب آئے اور مجھے لے جا کر ''پار'' کر دیں۔ کیا میں اتنی آسانی کے ساتھ موت کے منہ میں چلا جاؤں گا؟ کیا رندھاوا ابھی اب تک میرے ساتھ دوہری چال چلتا آیا ہے' ایک طرف اس نے اپنے آفیسر کے ساتھ مل کر ملک سجاد اور سرداروں کو بتا دیا کہ وہ بہت کچھ کر سکتے ہیں اور دوسری طرف اس نے مجھ سے سب کچھ کروا کر' مجھے ہی نشانہ بنانے کے لیے ماحول بنا دیا۔ بلاشبہ اس نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لیا تھا۔ اس وقت پہ در پے میرے ذہن میں یہ سوال آتے چلے جا رہے تھے۔ مجھے لگا کہ جیسے سارا ماحول ہی میرے خلاف سازش کر چکا ہے۔ مایوسی تھی کہ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ایک طرف میں نے ملک سجاد جیسے بندے کو موت کے منہ میں پہنچا دیا تھا' یہ خیال آتے ہی میرے اندر ایک دم سے حوصلہ ابھرا...... میں نے اپنے ساتھ چلتے ہوئے لوگوں پر نگاہ ڈالی' وہ تین ہی تھے۔

باقی شاید کہیں اور ہوں' اچانک میری نگاہ' ایک ایسے بندے پر پڑی جس کے ہاتھوں میں دیسی ساخت کی ایک کاربین پر پڑی' تب میں نے لمحوں ہی میں فیصلہ کرلیا کہ مجھے کیا کرنا ہے' میں نے اپنے اردگرد کا جائزہ لیا۔ وہ کاربین والا میرے دائیں ہاتھ پر ذرا سا آگے چل رہا تھا۔ ایک میری بائیں جانب ساتھ چل رہا تھا اور ایک میری پشت پر تھا' ممکن تھا کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار ہو' مگر میں نے رسک لینے کا فیصلہ کرلیا تھا' کاربین والا کاریڈر کے ستون سے چند قدم پیچھے تھا جیسے ہی وہ ستون کے پاس پہنچا' میں نے دائیں ہاتھ کو بڑھا کر اس کی گردن کو پکڑا اور چشم زدن میں ستون کے ساتھ دے مارا' اس دوران بائیں ہاتھ سے کاربین چھین لی' اس اچانک افتاد پر وہ نہ سمجھ سکے کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں' میں نے کاربین والا ہاتھ گھمایا اور بائیں طرف چلنے والے کے منہ پر مارا' اس سے پہلے کہ میری پشت پر آنے والا مجھے قابو کرتا' میں ایک دم نیچے بیٹھ گیا' میرے پیچھے آنے والا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور میرے اوپر سے اگلی جانب گر پڑا۔ میں نے اسے وہیں دبوچ لیا اور غراتے ہوئے کاربین اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔

''ایسے ہی پڑے رہنا ورنہ بھیجا نکال دوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی میں نے تیزی سے اس کی تلاشی لی' میرا کولٹ پسٹل اس کی ڈب میں تھا۔ میں نے وہ نکال لیا' وہ وہیں دبکا ہوا تھا' میں نے انہیں قابو تو کرلیا مگر اب انہیں سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا۔ ستون سے ٹکرانے والا اپنے حواس بحال کررہا تھا' جبکہ دائیں جانب والا حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا' میں نے پسٹل اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''آگے چل......!'' پھر کھڑے ہوتے ہوئے نیچے پڑے بندے کو پاؤں کی ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''چل' اوئے' تو بھی اٹھ......آگے لگ......''

میں نے ان دونوں کو آگے لگالیا' یہ سب کچھ تقریباً ایک سے ڈیڑھ منٹ کے دورانیے میں ہوا' وہ میرے آگے آگے جارہے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا' آگے ڈیوڑھی تھی' چند گز کے بعد گیٹ تھا' جبکہ کاریڈور آگے تک تھا۔ میں اچانک ہی مڑا اور ڈیوڑھی میں چلا گیا' سامنے ہی دو گن بردار چوکیدار تھے' مجھے دیکھتے ہی انہوں نے گنیں سیدھی کیں' انہوں نے تو گن سیدھی کرکے ٹرائیگر دبانا تھا' جبکہ میں نے یکے بعد دیگرے دو فائر کردیئے' وہ بدحواس ہوکر باہر کی جانب بھاگے' میں تیزی سے گیٹ تک گیا' ممکن تھا کہ وہ گیٹ پر دائیں بائیں چھپے ہوتے اور میرے باہر نکلتے ہی فائر کردیتے' میں نے پہلے دائیں جانب فائر کیے اور پھر بائیں جانب اور اگلے ہی لمحے جست لگا کر گیٹ سے باہر آ گیا۔ میرا اندازہ درست تھا' دائیں طرف والا گارڈ زمین پر پڑا ہوا تھا اور بائیں جانب والا دکھائی نہیں دیا۔ میں پھر وہاں نہیں رکا' جس قدر تیزی سے بھاگ سکتا تھا بھاگتا چلا گیا' میں نے زیادہ سے زیادہ تین یا چار ایکڑ کا فاصلہ طے کیا ہوگا' ڈیرے کی چھت سے فائرنگ ہونا شروع ہوگئی۔ میں نے پلٹ کر ایک نگاہ دیکھا تھا۔ ڈیرے سے کئی بندے باہر کی جانب بھاگتے ہوئے نکل رہے تھے۔ بلاشبہ انہوں نے مجھے پکڑنا تھا۔ میں بھاگتا چلا گیا۔ میں کسی نہ کسی طرح پکی سڑک تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ میں فصلوں کے درمیان سے آگے بڑھتے رہنا چاہتا تھا۔ وہاں سے گاؤں تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ اگر گھوم کر جاتا تو زیادہ وقت لگتا تھا۔ میں بغیر رکے بھاگتا جارہا تھا' میرے بدن میں سکت ختم ہورہی تھی۔ نجانے کیوں جب بقا کا مسئلہ درپیش ہو تو قوت کہاں سے آجاتی ہے' اب فائرنگ نہیں ہورہی تھی۔ میں ہانپتا ہوا پکی سڑک تک پہنچ گیا۔

جہاں یہ ممکن تھا کہ وہاں مجھے کوئی جاننے والا مل جاتا تو یہ بھی تھا کہ میرے دشمن میری تاک میں ہوں۔ اگر میں گاؤں کی طرف جاتا تو راستے میں حویلی تھی' ورنہ شہر جانے والی سڑک تو تھی ہی' مجھے ادھر جانا تھا' اس وقت میں ان لوگوں کی دسترس سے نکلنا چاہتا تھا' میں ایک درخت کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی سانسیں بحال کرنے لگا' میری پشت پر پکی سڑک اور رخ اس طرف تھا جہاں سے میں بھاگ کر آیا تھا۔ مجھے اپنی سانسیں بحال کرنے میں چند منٹ لگے۔ میں درخت کی جڑ میں بیٹھ گیا۔ ارد گرد جھاڑیاں اور پودے اُگے ہوئے تھے۔ میری نگاہ پکی سڑک پر تھی کہ کوئی تو جاننے والا ادھر سے گزرے گا۔ تب اچانک مجھے دور سے پولیس جیپ اور اس کے پیچھے وین نظر آئی۔ اسے دیکھتے ہی شاہ زیب کی بات میرے ذہن میں گونج گئی کہ پولیس مجھے "پار" کرنے کے لیے پہنچنے ہی والی ہے' کیا رندھاوا مجھے ڈبل کراس کر گیا یا پھر معاملہ ہی کچھ اور ہے؟ وہ سڑک پر سے گزر گئے۔ اب میرے لیے وہاں پر بیٹھے رہنا ٹھیک نہیں تھا۔ میں اٹھ کر پکی سڑک پر آ گیا۔ میں حیران تھا کہ مجھے تلاش کرنے کے لیے کوئی بھی نہیں نکلا ہے۔ میں سڑک کی دوسری طرف چلا گیا۔ مجھے وہاں کھڑے چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ میرے ہی گاؤں کا ایک لڑکا فیض موٹر سائیکل پر آ رہا تھا۔ مجھے یوں کھڑا دیکھ کر اس نے موٹر سائیکل روک لیا۔

"جمال بھائی' یوں کیسے کھڑے ہو' خیر تو ہے......؟"

"تو کہاں سے آ رہا ہے؟" میں نے پوچھا' کیونکہ مجھے لگا جیسے اسے میرے اغوا کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہے۔ تبھی وہ بولا۔

"قصبے گیا تھا' رات وہیں تھا۔"

"اچھا چل' مجھے گاؤں چھوڑ دے۔" میں نے اس کے پیچھے بیٹھتے ہوئے کہا' وہ چل پڑا۔ ابھی ہم چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ سامنے سے کئی موٹر سائیکلوں پر سوار مجھے میرے دوست نظر آئے۔ چھاکا' ان میں سب سے آگے تھا' انہیں دیکھتے ہی میں نے کہا۔ "رک جا فیض۔"

اس نے موٹر سائیکل روک دی۔ اگلے دو تین منٹوں میں وہ قریب آ گئے۔

"کون تھے وہ......؟" چھاکے نے مجھے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"شاہ زیب......" میں نے دھیرے سے کہا تو چھاکا ایک دم سے بھنا گیا۔

"چل......! کدھر ہے وہ...... میں دیکھتا ہوں اس کی سرداری۔"

"نہیں ابھی نہیں۔ ادھر ابھی پولیس ہے...... وہ ہمارے حق میں نہیں' واپس چل' آج شام سے پہلے پہلے انہیں دیکھ لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور چھاکے کے پیچھے بیٹھ گیا۔

گاؤں کے چوک تک پہنچتے پہنچتے سب کو خبر ہو گئی کہ مجھ پر حملہ کرنے والے سردار شاہ دین کے بندے تھے۔ وہیں برگد کے درخت تلے کئی لوگ تھے ان میں چاچا رحمت بھی تھا' جو ہمارے گاؤں کی پنچائیت کا ایک اہم رکن تھا۔ ساری روداد سننے کے بعد اس نے کہا۔

"تو ٹھیک کہتا تھا' ان کی غنڈہ گردی اب بہت بڑھ گئی ہے۔"

"ابھی تو شروعات ہوئی ہیں' اگر ہم نے کچھ نہ کیا تو ہمارے بچے ان کے غلام ہوں گے...... جیسے آج ہم بول نہیں سکتے۔"

''پتر......! تو جو بھی کہہ ہم تیری بات پر آمین کہتے ہیں۔ سرداروں کو پتہ چلنا چاہیے کہ ہم ڈنگر نہیں انسان ہیں۔'' چاچے نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''چاچا......! تو نے کہہ دیا اور اب میں اس گاؤں کے لوگوں کی عزت بناؤں گا تو دیکھتا رہ' اب میں کیا کرتا ہوں' ان سرداروں کے ساتھ۔''

''تجھے اجازت ہے۔'' اس نے کہا تو گاؤں کے لوگ میری ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ اس وقت دوپہر ہو گئی تھی جب میں گھر کی طرف چلا' اچھا کا بہت غصے میں تھا۔ وہ مجھے دروازے پر ہی اُتار کر واپس چلا گیا۔ میں گھر میں داخل ہوا تو نیم کے درخت تلے چار پائی پر اماں بیٹھی ہوئی تھی' وہ آنکھیں بند کیے تسبیح پڑ رہی تھی۔ جبکہ سوہنی دالان میں تھی۔ مجھے دیکھتے ہی میری جانب بڑھی۔ اس کا بے ساختہ انداز دیکھ کر میں نے اماں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ میں اماں کے پاس جا کر بیٹھ گیا تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں' پھر مجھے غور سے دیکھ کر جذباتی لہجے میں بولی۔

''آ گیا میرا بچہ......''

''ہاں اماں...... بہت چوٹیں آئی ہیں۔'' میں نے کسی بچے کی طرح ماں کی گود میں سر رکھتے ہوئے کہا تو وہ میرا سر تھپتھپاتے ہوئے بولیں۔

''چوٹیں بھی تو شیر جوانوں کو لگتی ہیں۔ چل اٹھ منہ ہاتھ دھو کر آ' میں تجھے کھانا دوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ گئیں۔ تبھی سوہنی قریب آ کر حیرت سے بولی۔

''اماں......! دشمن اسے اغوا کر کے لے گئے تھے' اس کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا' لیکن اماں تم......تمہارا رویہ ایسے ہے جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو......؟''

''تو کیا میں اسے ڈراؤں......'' اماں نے کہا اور کچن کی جانب چل دی۔ میں نے سوہنی کی طرف دیکھا اور اندر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آ گئی۔

''کون تھے وہ لوگ...... کچھ پتہ چلا......''

''شاہ زیب تھا۔'' میں نے سرسری انداز میں بتایا تو وہ چونکتے ہوئے بولی۔

''اوہ......! تو میرا شک درست نکلا...... میں نے بھی سردار شاہ دین سے کہہ دیا۔''

''کیا...... کیا کہہ دیا...... تیری بات ہوئی اس سے......'' میں نے چونکتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں...... میں نے اچھو کی دکان سے حویلی فون کر دیا تھا' شاہ دین نے ہی اٹھایا تھا فون' میں نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر شام تک تم صحیح سلامت واپس گھر نہ لوٹے تو اس کی تمام تر ذمہ داری سردار پر ہو گی۔''

''اس نے پوچھا نہیں کہ تم کون ہو؟'' میں نے آہستگی سے پوچھا۔

''میں نے بتایا اس کو کہا میں تمہاری بیٹی بول رہی ہوں جو ایک طوائف کے بطن سے ہے۔ وہ اتنا حیران نہیں ہوا' لیکن گھبرا ضرور گیا تھا۔

اس نے نہ اقرار کیانہ انکار......''

''اوہ......تونے جلد بازی کی......خیر' کوئی بات نہیں۔اب مجھے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔تو پانی لا پینے کے لیے۔''

میں نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔وہ پانی لانے کے لیے چلی گئی......اور میں آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں سوچنے لگا۔

٭......٭......٭

دو پہر کے بعد موسم اچھا خاصا خوشگوار ہو گیا تھا۔جسپال رات دیر تک ہرپریت سے باتیں کرتا رہا تھا۔باتوں میں احساس ہی نہیں ہوا کہ رات کا آخری پہر بھی آدھا گذر گیا ہے۔ ہرپریت کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر جاگتا رہا پھر سویا تو دو پہر کے وقت جاگا۔وہ تیار ہو کر نیچے گیا تو پھوپھو ڈرائنگ روم میں تھی۔اسے دیکھتے ہی بولی۔

''او رب کے بندے' یہ تم لوگ مجھے یوں اکیلا چھوڑ کر سوتے رہتے ہو۔میں تمہارے کھانے پینے کی فکر میں بیٹھی رہتی ہوں......اب دیکھو 'انوجیت بھی اب تک نہیں آیا' ہرپریت ابھی جاگی ہے اور تم......''

''پھوپو......! یہ تو چلتا ہے لیکن آپ ہمارا انتظار نہ کیا کرو' آپ کھا پی لیا کرو۔'' جسپال نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ تبھی ہرپریت بھی آنکھیں ملتی ہوئی وہیں آ گئی۔

''گڈ مارننگ مام' گڈ مارننگ جسّی۔''

''گڈ مارننگ کی کچھ لگتی......اب دو پہر ہو گئی ہے' چل جلدی سے منہ دھو کے آ جا......اور تو جسپال اس انوجیت کو تو فون کر' کدھر ہے......؟''

''جی اچھا......'' یہ کہہ کر وہ انوجیت کا نمبر ملانے لگا۔چند لمحوں بعد اس سے رابطہ ہو گیا' وہ گاڑی میں ہی تھا' اس نے کچھ دیر بعد آنے کا کہہ دیا' ہرپریت اخبار اٹھا کر آ گئی' وہ خبریں سنانے لگی تو پھوپو نے کہا۔''ارے چھوڑ اسے' جوتی کے پاس جا' دیکھ کیا کر رہی ہے۔''

''بے بے......کیا ہو گیا ہے آپ کو' کیوں غصہ ہے' کچھ دیر ہی لگ جائے گی نا' پھر کیا ہوا' ابھی تو انوجیت بھی نہیں آیا۔'' ہرپریت نے کافی حد تک تحمل اور حیرت سے پوچھا۔

''وہ جو کل کا انسپکٹر ہو کر گیا ہے نا یہاں سے' مجھے بہت خوف آ رہا ہے' وہ شکل ہی سے مکار لگ رہا تھا۔'' آخر کار پھوپو نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔تب جسپال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھوپو جی شانت ہو جاؤ' کچھ نہیں ہوتا' بلکہ آپ تیاری کریں' پنڈ چلتے ہیں' آج سارا کام ختم ہو جانا ہے ادھر۔''

''ہاں مجھے یاد ہے' انوجیت نے بتایا تھا مجھے' چل پھر چلتے ہیں ادھر۔'' وہ ایک دم سے تیار ہو گئیں۔کچھ دیر بعد انوجیت بھی آ گیا تب تک کھانا لگ چکا تھا۔

لنچ کے بعد وہ چاروں کوٹھی سے کار میں نکلے اور اوگی پنڈ کی طرف چل دیئے۔پچھلی نشست پر ہرپریت اور پھوپو تھی اور پسنجر پر انوجیت' وہ

حویلی ہی کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے وہاں تک جا پہنچے۔

وہ حویلی اس دن والی رہی ہی نہیں تھی، جو پہلے دن جسپال نے دیکھی تھی۔ اسے دیکھ کر یوں لگ رہا تھا کہ جیسے آج ہی مکمل ہوئی ہے' ان کے انتظار میں ٹھیکیدار باہر ہی کھڑا ہوا تھا۔ جسپال اس سے جا کر ملا۔ پھر وہ اندر کی طرف چلے گئے' اندر سے بھی وہ بالکل نئی لگ رہی تھی۔ نیم کا درخت تراش دیا گیا تھا جو اب اچھا لگ رہا تھا۔ وہ سبھی صحن میں کھڑے تھے۔

''رب کا شکر ہے کہ اتنے برسوں بعد اس حویلی کے بھاگ بھی جاگے۔ میں نے ارداس مانی تھی۔'' پھوپھو نے بڑے جذب سے کہا۔

''لیکن بے بے! ابھی اس حویلی کا کام پورا نہیں ہوا۔ اسے ابھی سجانا ہے' پوری طرح۔'' ہرپریت نے پرشوق لہجے میں کہا تو جسپال بولا۔

''میرے ذہن میں بھی ہے' ایسے کرتے ہیں' کسی انٹیریئر ڈیکوریٹر سے بات......''

''نہیں' خود ایک ایک چیز خریدیں گے۔ میں خریدوں گی سارا سامان اور لا کر یہاں سجاؤں گی۔'' ہرپریت نے یوں کہا جیسے وہ اپنے کسی حسین خواب میں رنگ بھر رہی ہو تبھی جسپال نے کہا۔

''او کے......! تم آج پلان کر لو' کہ کیا کیا خریدنا ہے' کل سے ہم سامان خرید لیں گے' پھر پھوپھو بھی اپنی ارداس رکھ لے...... کیوں انوجیت۔''

''زبردست......'' وہ ہنستے ہوئے بولا' تبھی ہرپریت نے اپنا سیل فون نکالا اور حویلی کی سبھی دیواروں' کمروں اور جہاں اسے لگا کہ اس کی فلم بنانی چاہیے' اس کی ویڈیو بنانے لگی۔ وہ سب حویلی میں گھومتے پھرتے رہے۔ کافی دیر بعد وہ دوبارہ صحن میں آ گئے جہاں ٹھیکیدار ان کا منتظر تھا' جسپال نے اسے کہا۔

''تم نے بہت اچھا کام کیا' ایسے کرو فارم ہاؤس پر آ ؤ' تمہارا جو بھی حساب کتاب ہے وہ کر دیتا ہوں۔''

''وہ تو ہو گیا جی' انوجیت بائی جی نے تو سب صبح ہی کلیئر کر دیا تھا۔ اب بس مجھے اجازت دیں۔ یہاں کا سامان اگر خریدنا ہو تو مجھے بتا دیں' میں جالندھر میں آپ کی مدد کر دوں گا۔'' اس نے مودب انداز میں کہا تو ہرپریت بولی۔

''بہت شکریہ' اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ہم آپ کو خود فون کریں گے۔''

''اچھا جی' چلتا ہوں' ست سری اکال۔'' ٹھیکیدار نے کہا اور باہر نکلتا چلا گیا۔ تبھی وہ سب بھی آہستہ آہستہ باہر آ گئے پھر کار میں بیٹھ کر واپس کوٹھی کی طرف چل دیئے۔ راستے میں یونہی گپ شپ کرتے وہ واپس پہنچ گئے۔

موسم خوشگوار تھا' اس لیے وہ سبھی لان میں آ بیٹھے۔ جسپال کے ذہن میں کہیں تھا کہ بلجیت نے ابھی تک مزاحمت نہیں کی' یہ خاموشی بہرحال اسے کھٹک رہی تھی۔ اگر دیکھا جاتا تو وہ ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اگر جسمیند رسنگھ کا ساتھ نہ ہوتا تو وہ یہاں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ رویندر سنگھ سے بدلہ لیتے ہوئے اسے برسوں بیت جاتے' جب تک وہ یہاں نہیں آیا تھا وہ یہی سمجھتا تھا کہ چند دنوں میں اپنا کام ختم کر کے آ جائے گا' لیکن یہاں پر آ کر اسے احساس ہوا تھا کہ رویندر سنگھ کی جڑیں وقت کے ساتھ بہت مضبوط ہو گئی ہیں۔ یہ تو جسمیند رسنگھ کا سنڈیکیٹ تھا' جس نے مدد کی' ورنہ

وہ ہردیپ سنگھ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایک بلجیت سنگھ ہی اسے اوگی میں الجھا دینے کے لیے کافی تھا۔

''کیا سوچ رہا ہے پتر؟'' کلجیت کور نے بڑے نرم مگر متجسس لہجے میں پوچھا۔

''کچھ نہیں پھوپو...... ! میں بس اوگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔'' جسپال نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''اوگی کے بارے میں وہ کیا؟'' کلجیت کور نے حیرت سے پوچھا۔

''مجھے اتنے دن ہو گئے یہاں آئے ہوئے' لیکن میں نے ابھی تک پورا گاؤں نہیں دیکھا' اور نہ ہی یہاں کے لوگوں سے ملا ہوں۔'' وہ اسی لہجے میں بولا تو انوجیت نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تو نے الیکشن لڑنا ہے یہاں سے؟''

''نہیں' الیکشن تو نہیں لڑنا' لیکن کم از کم یہاں کے بارے میں' یہاں کے لوگوں کے بارے میں بندے کو پتہ ہونا چاہیے۔''

''چلو میں بتا دیتا ہوں تمہیں' آبادی اس کی تقریباً دس ہزار لوگوں کی ہے' جن میں آدھے ہندو اور آدھے سکھ ہیں۔ کچھ مسلمانوں کے ہیں' وہ لوگ جو شو در ہیں' اب وہ عیسائی ہو رہے ہیں' انہوں نے اپنا چرچ بھی بنا لیا ہے۔ اور پوچھو......؟'' انوجیت نے عام سے لہجے میں بتایا۔

''ظاہر ہے ان کے نظریاتی جھکاؤ جو سیاسی ہیں وہ مذہب کے تابع ہی ہوں گے۔'' جسپال نے پوچھا۔

''ایسا ہے تو' لیکن پنجاب میں سکھوں کے خلاف پتہ نہیں کیسی کیسی مہم چلائی جا رہی ہے۔ اب دیکھو' یہاں کے ہندو بالکل سکھوں کی طرح بال رکھتے ہیں' پگڑی بھی ویسے ہی پہنتے ہیں۔ مطلب ہندو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سکھ کوئی الگ سے قوم یا دھرم نہیں ہے۔ ہندومت ہی کا ایک حصہ ہے۔ خالصتان مہم میں ایک وجہ یہ بھی تھی۔'' انوجیت نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''مطلب' خالصتان تحریک ایک سیاسی ہی نہیں' ہماری ثقافت اور مذہب کا معاملہ بھی تھا؟'' جسپال نے پوچھا تو انوجیت نے اپنی ماں کی طرف دیکھا' پھر اپنے اندرونی جوش کو دباتے ہوئے تحمل سے کہنا شروع کیا۔

''دیکھو...... ! تقسیم ہند تک ہندو اور گاندھی سکھوں کو اپنا مخلص دوست اس لیے کہنے پر مجبور تھے کہ انہوں نے بھارت کے قیام کے لیے بہت ساری قربانیاں دیں۔ لیکن تقسیم ہند کے بعد ہی سکھ' مجرم اور لاقانونیت کو ماننے والا گروہ قرار دے دیا گیا۔ ہندوؤں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب وقت آ گیا ہے' کون آقا ہے اور کون غلام' کون حاکم ہے اور کون محکوم۔ 1950 میں آئین بنا' جس میں سکھوں کے وجود کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا۔ یعنی انہیں تہذیبی اور ثقافتی طور پر ختم کرنے کے لیے یہ قرار دے دیا گیا کہ سکھ بھی دراصل ہندو ہی ہیں۔ اس پر سکھوں میں اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کا شعور پیدا ہوا۔ 1966ء میں یہ تحریک اس وقت زور پکڑتی گئی جب پنجاب کی تقسیم ہوئی۔ خالصتان کا تصور تب بھی تھا اور یہ تقسیم اس تصور کو ختم کرنے کے لیے کی گئی۔ پنجاب جو خوشحال ترین ریاست تھی بدحالی کا شکار ہو گئی۔''

''تو گویا معاشی معاملہ بھی درپیش ہوا؟'' جسپال نے پوچھا۔

''سارے ہی معاملے تھے۔ ستر کی دہائی میں سکھوں کی خالصتان تحریک اٹھی' جس کا مقصد اپنی ایک الگ ریاست کا قیام تھا۔'' انوجیت نے بتایا۔

''کون سے علاقے شامل کرنا چاہتے تھے۔''اس نے پوچھا۔

''پنجاب' ہریانہ' ہماچل پردیش' گجرات اور راجھستان کے وہ علاقے جہاں پنجابی بولی جاتی ہے۔ان علاقوں پر مشتمل تھا۔''انوجیت نے علاقے گنوائے تو وہ بولا۔

''پاکستانی پنجاب کو شامل نہیں کیا گیا' وہاں تو اپنا بہت کچھ ہے؟''

''تمہارے اس سوال پر میں اپنے لیڈروں کی بے عقلی پر ماتم کروں گا' محمد علی جناح نے اس قوم کو بہت بڑا موقعہ دیا تھا لیکن یہ لوگ دور اندیش نہیں تھے۔جس کا خمیازہ آج تک بھگت رہے ہیں۔ہمیں تحریک چلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔اب تو ہم ہندوؤں کے چنگل سے نکلنا چاہتے ہیں۔''انوجیت نے جذباتی انداز میں کہا۔

''اچھا تو پھر......''وہ بولا۔

''1978ء میں کانپور اور امرتسر میں سکھوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔اور اسّی کی دہائی میں خالصتان تحریک اپنے عروج تک جا پہنچی۔ تب سکھوں کو کچلنے کا منصوبہ بنا لیا گیا۔ 25 مئی 1984ء کو گولڈن ٹیمپل سمیت اہم گردواروں پر ایک لاکھ سے زیادہ فوج تعینات کی گئی۔تین سے چھ جون تک آپریشن بلیو سٹار کے ذریعے سکھوں کا قتل عام کیا گیا۔یہ صرف امرتسر تک محدود نہیں تھا' سکھ اندرا گاندھی کی کانگریس حکومت کے خلاف اٹھے۔31 اکتوبر کو اندرا ماردی گئی اور پھر سے پورے ہندوستان میں سکھوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔جس میں تیرا اور میرا پریوار' سب کچھ گیا۔''

''لیکن اب صورتحال کیا ہے' سکھ قوم کے نوجوان خالصتان تحریک پر شرمندہ نہیں ہیں کیا؟ وہ اس تحریک کو ایک گھناؤنا خواب سمجھتے ہیں' میرا نہیں خیال کہ دوبارہ اس تحریک کا جنم ہو گا۔یہ مر چکی ہے' میرا تجربہ ہے انوجیت کہ لوگ خالصتان کی بات ہی نہیں کرنا چاہتے' خوف زدہ ہیں۔ ڈرتے ہیں' انہیں اپنی جان زیادہ عزیز ہے۔''جسپال نے یوں کہا جیسے وہ بے حد جذباتی ہو گیا ہو اور ایسے میں وہ بات کہنا نہ چاہتا ہو جو وہ کہہ رہا تھا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میں نے تمہیں وہ رخ نہیں دکھایا جس میں سکھ قوم اپنی آزادی کے لیے کس طرح تیار ہو رہی ہے۔''انوجیت نے یوں کہا جیسے وہ اسے یقین دلا رہا ہو۔

''اتنا اثر تو رہے گا میری جان' تین لاکھ سے زیادہ سکھ مارا گیا ہے' ہر سکھ ایک کہانی ہے' میرا اور تمہارا پریوار مارا گیا ہے تو آج ہم اپنے مستقبل کی پلاننگ کی بجائے انتقام لینے کی بات کر رہے ہیں۔ایک پوری نسل محض انتقام کا سوچ سوچ کر دوسری قوم کی ایک نسل سے پیچھے رہ جائے گی۔چھوڑو اس کو' تم آزاد خالصتان کے لیے کام کر رہے ہو' کرتے رہو لیکن محض ہتھیار اٹھا لینے سے کچھ نہیں ہو گا۔اپنا کلچر بچاؤ' اپنی شناخت بچاؤ' امرت دھاری سکھ اتنی تعداد میں نہیں ہو رہے جتنی تعداد میں سکھ اپنے کیس کٹوا رہے ہیں۔جان لو کہ سکھوں میں وہ دم خم نہیں رہا۔''جسپال نے کہا تو قریب بیٹھی ہرپریت کور نے اچانک کہا۔

''وہ سکھ ہی نہیں ہے' جس میں دم خم نہ ہو' گرو گوبند جی مہاراج کی تعلیمات ہی ایسی ہیں' میں مانتی ہوں کہ جنگجو سکھ اب دکھائی بہت کم دیتے ہیں لیکن یہ بھی سوچو کہ اب لڑائی کے انداز بدل گئے ہیں۔دس طاقتور ترین سکھوں کے مقابلے میں ایک ذہین بندہ کافی ہے۔اور دوسری بات شاید تم

تک اس کا اثر نہ پہنچا ہو لیکن خالصتان تحریک پہلے سے زیادہ مضبوط ہوگئی ہے۔ یہاں سے نکل کر پوری دنیا میں سکھ پھیل گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں یہ گرو کی مرضی تھی' کیونکہ وہاں وہاں تک دھرم پھیلا جہاں جہاں تک سکھ پہنچا۔ خالصتان تحریک ہندوستان سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گئی ہے۔ دنیا کے ہر فورم پر جہاں سکھ کو بلایا جاتا ہے' وہاں وہ اپنا خیال دنیا کو دے رہا ہے۔ تم سے ہماری بحث نہیں' تم اپنا انتقام لو اور واپس وینکوور چلے جاؤ' یا پھر یہاں رہو گے تو خالصتان کی بازگشت تمہیں سنائی دیتی رہے گی۔'' ہرپریت نے بے حد جذباتی لہجے میں یوں کہا تھا کہ جیسے وہ ایک دم ہی سے متنفر ہوگئی ہے۔ تبھی پھوپھو کلجیت کور نے ان تینوں پر نگاہ ڈالی اور آہستگی سے بولی۔

''چھوڑو اس بحث کو' یہ سوچو کہ ارداس کے لیے کون سا دن رکھیں اور کس کس کو بلانا ہے۔ میرا خیال ہے کہ حویلی میں اپنے سارے جاننے والوں کو بلایا جائے۔''

''بالکل ٹھیک ہے لیکن اس کے ساتھ ایک کام اور بھی کیا جائے۔ بہت سارا کھانا بنایا جائے اور اوگی پنڈ کے ہر گھر میں وہ کھانا پہنچایا جائے۔'' جسپال نے کہا تو انوجیت نے کہا۔

''کھانا تو بن جائے گا لیکن ہر گھر قبول نہیں کرے گا۔ ابھی تجھے بتایا ہے کہ اس اوگی پنڈ میں آدھے گھر ہندوؤں کے ہیں' اس کا طریقہ کار یہ ہو سکتا ہے کہ کھانا بنا دیا جائے اور جس کا دل چاہے' وہ لے جائے۔''

''اوکے' جیسے تم چاہو۔'' جسپال نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا تو ہرپریت بولی۔

''اچھا' اب میں کچھ اپنی بات کرلوں؟''

''جی' کہو۔'' انوجیت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''حویلی کے لیے تمام تر شاپنگ میں کروں گی۔ اور کل صبح سے میں جالندھر جایا کروں گی' وہاں سے سامان خریدنے......''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ ایک دن کا کام تو ہے نہیں' میرے خیال میں پہلے تم یہ طے کرلو کہ حویلی میں کیا کیا چیز چاہیے ہوگی' اور وہ کیسی ہو۔'' انوجیت نے اپنی رائے دی۔

''یہ مشورہ بھی اچھا ہے۔'' ہرپریت سوچتے ہوئے بولی۔ پھر چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد کہا۔ ''چلو آج پھر میں طے کر لیتی ہوں۔''

اس نے کا تو کلجیت کور اٹھتے ہوئے بولیں۔

''اچھا' میں ذرا کچن میں جھانک لوں' جوتی نے آج کیا بنایا ہے۔''

''میں ذرا باہر سے ہو آؤں' کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں میرا' پیغام پر پیغام آرہے ہیں۔'' انوجیت سیل فون دیکھتے ہوئے کہا اور اٹھ گیا۔ تو ہرپریت نے جسپال کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟''

''جیسے آپ کہیں...... مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے میں بنا یا ہی آپ کے لیے گیا ہوں۔'' اس نے آہستگی سے مسکراتے ہوئے کہا تو ہرپریت

ایک لمحے کو شرما گئی' اس کے چہرے پر سرخی آ گئی' پھر خود پر قابو پا کر بولی۔

''یہ کس فلم کے ڈائیلاگ ہیں۔''

''مجھے یاد نہیں۔'' جسپال نے ڈھٹائی سے کہا تو قہقہہ لگا کر ہنس دی۔ پھر بولی۔

''چلو آ ؤ' حویلی کے بارے میں تھوڑا پلان کرتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے چلو۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا تو ہرپریت بھی اٹھ گئی۔

جسپال کو اپنے کمرے میں پہنچے تھوڑی دیر ہوئی تھی' اس کے ذہن میں حویلی کے بارے میں ہی سوچ تھی کہ اچانک اس کا سیل فون بج اٹھا۔ یہ جسمیندر کی کال تھی' جس کا مطلب تھا کہ وہ آن لائن ہو جائے۔ اس نے جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا اور اسے آن کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ آن لائن تھا۔ کچھ دیر باتوں کے بعد اس نے کہا۔

''جسپال! تم نے ابھی جالندھر جانا ہے' وہاں تم ایک ریسروٹ میں رہو گے' اور جاتے ہوئے تم رن ویر سنگھ کو بتا کر جاؤ گے۔ اس سے یہ بھی پوچھنا کہ تم پر حملے کے مجرم پکڑے گئے ہیں کہ نہیں۔''

''مجھے جالندھر میں کیا کرنا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''اپنی جائیداد کے حصول کے لیے کچھ ضلعی آفیسرز سے ملنا ہے' جس کے لیے تم نے وہاں کے ایک وکیل کیشیو مہرہ کی خدمات لی ہیں' وہ تم سے خود آ کر ملیں گے' باقی باتیں وہ تمہیں خود سمجھا دیں گے۔''

''ٹھیک ہے' میں ابھی نکلتا ہوں۔'' جسپال نے کہا۔

''تمہیں ابھی ہی نکلنا ہوگا۔ یہ یاد رکھنا کہ تمہاری ہر پل کی نگرانی ہوگی۔ ابھی بھی تمہارے گھر کے آس پاس لوگ موجود ہیں۔'' جسمیندر سنگھ نے اسے سمجھایا۔ پھر چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ آف لائن ہو گیا۔ اب نجانے اس میں کیا راز تھا۔ اس نے ایک لمحے کو سوچا اور ہرپریت کو فون کر دیا اس نے فون پک کر لیا۔

''خیریت تو ہے' جسی جی۔'' اس کے لہجے میں ہلکی سی تشویش تھی۔

''ہمیں ابھی جالندھر جانا ہے' پھوپھو کو بتا دو اور خود بھی تیار ہو جاؤ۔ دس منٹ ہیں تیرے پاس۔''

''خیریت تو ہے نا؟'' اس نے تیزی سے پوچھا۔

''راستے میں بتا دوں گا' ویسے خیریت ہی ہے۔ ہری اپ......'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ پھر رن ویر سنگھ کے نمبر ملاتے ہوئے اس نے اپنی الماری کھول دی۔ کچھ دیر بعد اسکا نمبر مل گیا۔

''جسپال جی' کیسے یاد کر لیا ہمیں؟'' رن ویر سنگھ نے کافی حد تک خوشگوار موڈ میں کہا۔

''آپ کے قانون کی پاسداری کے لیے آفیسر' حالانکہ آپ آفیسر ہیں نہیں' مگر میں آپ کو خوش کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔'' یہ کہتے

ہوئے وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

''قانون میرا نہیں' سب کا ہے' بھارت ماتا کے سارے لوگوں کا۔'' اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو جسپال طنزیہ انداز میں بولا۔

''اگر ایسا ہوتا نا، رن ویر سنگھ صاحب' تو مجھے یہاں آ کر اتنی محنت نہ کرنا پڑتی' بلکہ آپ کو ایسے فون بھی نہ کرنا پڑتا۔''

''کیوں......؟'' رن ویر سنگھ نے پوچھا تو وہ بولا۔

''مجھے ابھی جالندھر جانا ہے' جہاں مجھے کچھ آفیسرز سے ملنا ہے' چونکہ آپ نے مجھے اپنی موومنٹ کے بارے میں بتانے کے لیے پابند کیا ہے' اس لیے بتا رہا ہوں۔''

''یہ تو آپ اچھا کر رہے ہیں۔'' اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ممکن ہے' میں اس بارے میں اپنے وکیل سے مشورہ کروں' کیونکہ آپ کا قانون بے چارہ اتنا اندھا ہے کہ مجھ پر حملہ کرنے والے لوگوں کو ابھی تک پکڑ نہیں سکا۔ ویسے مجھے نہیں لگتا کہ قانون اندھا ہے۔'' جسپال نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تو آپ کو کیا لگتا ہے۔'' اس نے تیزی سے پوچھا۔

''کھلی آنکھوں کے ساتھ بھی اندھا بننے کا ڈھونگ کر رہا ہے۔ ورنہ اب تک وہ میرے مجرم کو پکڑ لیتا' خیر......! دو چار دن لگ جائیں گے مجھے۔'' جسپال نے تیزی سے کہا۔

''وہاں قیام کہاں ہوگا۔'' رن ویر نے پوچھا۔

''ظاہر ہے میرا وہاں جاننے والا ایسا کوئی نہیں' کسی ہوٹل وغیرہ میں ٹھہروں گا۔ اگر آپ کسی اچھے ہوٹل یا قیام گاہ کے بارے میں بتا دیں تو......'' جسپال نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''مجھے نہیں سمجھ آ رہی کہ آپ وہاں کیوں ٹھہریں گے۔ زیادہ سے زیادہ بیس کلومیٹر کا سفر ہے' آپ آسانی سے واپس آ سکتے ہیں روزانہ۔'' رن ویر سنگھ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''یہ میرا معاملہ ہے۔ اسے میں بہتر سمجھتا ہوں۔ پتہ نہیں' کب' کس سے اور کہاں ملاقات ہو جائے۔ مجھے تو بہر حال اپنا مقصد حل کرنا ہے نا......'' وہ تیزی سے بولا۔

''ٹھیک ہے' جاتے ہوئے تھانے سے......'' رن ویر سنگھ نے کہنا چاہا مگر جسپال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''نہیں آفیسر......! ایسے نہیں' میں تھانے نہیں آؤں گا۔ بہت ضروری ہے تو اپنا بندہ یہاں بھیج دو۔ میں دس پندرہ منٹ بعد یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اوکے اینڈ بائی۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا فون بند کر دیا۔

''وہ تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آیا تو ہرپریت اپنے بیگ کے ساتھ وہاں موجود تھی۔ سوچوں میں ڈوبی ہوئی کلجیت کور بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے زیادہ باتیں نہیں کیں۔ ہرپریت اس کے ساتھ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جسپال نے کلجیت کور کے پاس جا کر دھیمے سے کہا۔

''پھوپو اپنا خیال رکھنا' میں نے انوجیت کو فون پر بتا دیا ہے۔''

''جا پتر۔رب تیری خیر کرے۔'' یہ کہہ کر اس نے سر پر پیار دیا' تب وہ دونوں باہر نکل گئے۔

☆ ☆ ☆

گاؤں میں عشاء کی اذان کب کی ہو چکی تھی۔ اس وقت چھاکا چھت پر جا کر وہ اسلحہ اکٹھا کر رہا تھا جس کی ہمیں ابھی تھوڑی دیر بعد ضرورت پڑنے والی تھی۔ میں باہر والے کمرے میں سے نکل کر صحن میں آ گیا' جہاں اماں اور سوہنی بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں ان کے پاس جا کر رک گیا اور پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

''ماں' میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تک تیز ہو جانے والی چھری میں اپنے دشمنوں کے گلے پر پھیر دوں' اس لیے مجھے نہیں معلوم کہ میں گھر آ بھی پاؤں گا یا نہیں' لیکن میں آنے کی بھرپور کوشش کروں گا کہ مجھے ابھی تیرا مقدمہ بھی لڑنا ہے۔ آج رات بہت بھاری ہے' گزر گئی تو سوہنی کا معاملہ کل ہی حل ہو جائے گا۔''

''بیٹا......! میری دعائیں ہر وقت تیرے ساتھ ہیں۔ میں نہیں جانتی تو نے کیا کرنا ہے کیا نہیں' لیکن اتنا یاد رکھنا' سوہنی کے ساتھ میں نے وعدہ کیا ہے اور یہ وعدہ ہم نے نبھانا ہے۔'' اماں نے کہا تو مجھے یوں لگا جیسے ایک اور اہم ذمہ داری مجھ پر آن پڑی ہے' جسے اب فقط میں نے ہی پورا کرنا ہے۔ ممکن ہے' اس وقت میں کوئی بات کرتا' بھی اوپر منڈھیر پر چھاکے نے جھانکتے ہوئے کہا۔

''اوئے جمالے......جلدی اوپر آ......''

اس کے بلانے میں کچھ ایسا تھا کہ میں انتہائی تیز رفتاری سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ حالانکہ میرا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا' چھت پر پہنچا تو نہ صرف میرا سانس پھول چکا تھا بلکہ کمر میں شدید درد ہو رہی تھی۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی چھاکے نے سڑک کی جانب اشارہ کیا' جہاں کافی ساری گاڑیوں کا ایک قافلہ رکا ہوا تھا۔ اندھیرے میں گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس میں گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ یا پھر وہ لوگ جو ادھر ادھر پھر رہے تھے' ایسا ہونا معمول سے ہٹ کر تھا' مگر پھر بھی میں نے کہا۔

''ممکن ہے کوئی شادی وغیرہ ہو' بارات کے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔''

''لیکن باراتوں کے ساتھ اتنی بڑی تعداد میں لوگ اسلحہ لے کر نہیں گھومتے۔ غور سے دیکھو ذرا۔'' چھاکے نے یوں کہا جیسے کسی گہرے کنوئیں سے بول رہا ہو۔

''تو پھر کون ہو سکتے ہیں؟'' میں نے تیزی سے پوچھا تو وہ اسی لہجے میں بولا۔

''ممکن ہے ہمارا ہی کوئی دشمن ہو' ہمارا کوئی ایسا دوست نہیں ہے جو اتنا بڑا لاؤلشکر رکھتا ہو۔''

''تو بس پھر ہو جاؤ تیار' دشمن ہو گا تو دیکھ لیں گے۔'' میں نے کہا اور اسلحے کی جانب بڑھا تاکہ اسے اٹھانے میں چھاکے کی مدد کروں' ایسے میں ہمارے گھر کا گیٹ بجا' میں نے تیزی سے اپنا پسٹل نکالا اور گلی کی طرف والی منڈیر پر پہنچا۔ گلی میں اندھیرا تھا' اور ہمارے گھر کے باہر ایک شخص

کھڑا تھا۔ پہلی نگاہ میں وہ پہچانا نہیں گیا لیکن ذرا غور کرنے پر میں پہچان گیا۔ وہ سرداروں کا خاص ملازم فخرو تھا۔

''اس وقت اس کا یہاں کیا کام۔'' میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور سیڑھیاں اتر گیا۔ اس وقت تک چھاکا منڈیر تک چلا گیا تھا۔ میں نے گیٹ کھولا تو سامنے کھڑے فخرو نے کہا۔

''شکر ہے تم گھر پر ہی مل گئے ہو۔ باہر والا دروازہ کھولو' میں نے تم سے بات کرنی ہے۔''

''تم نے جو بات کرنی ہے' یہیں کرلو۔'' میں نے تیزی سے کہا تو وہ انتہائی تحمل سے بولا۔

''دیکھو......! سردار صاحب' خود تم سے بات کرنے کے لیے یہاں تک آئے ہیں۔ وہی سوہنی کے بارے میں بات کریں گے' اس لیے دروازہ کھولو' اطمینان سے لیکن چپ چپاتے ہی بات کرنی ہے۔ اس لیے......''

''اچھا......! گاؤں کے باہر جو لشکر لے کر آئے ہو' وہ تمہی لوگوں کا ہے' میں اگر تمہاری بات نہ مانوں تو تم مجھ پر......'' میں نے کہنا چاہا تو وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولا۔

''تم نے بات ماننے یا نہ ماننے کا ابھی فیصلہ کرلیا ہے' یہ ٹھیک ہے کہ گاؤں کے باہر لوگ کھڑے ہیں مگر سردار صاحب یہاں گلی کی نکڑ پر ایک چھوٹی گاڑی میں ہیں۔ صرف میں اور وہ ہیں۔ بات کریں گے' اور چلیں جائیں گے' اس میں تیرا ہمارا اور گاؤں کا فائدہ ہے۔'' فخرو نے سمجھانے والے انداز میں کہا تو میں نے چند لمحے سوچا اور پھر کہا۔

''ٹھیک ہے جاؤ' لے آؤ سردار کو' لیکن اگر تیسرا بندہ ہوا تو پھر......'' میں نے فقرہ جان بوجھ کر ادھورا چھوڑ دیا۔ میری مزید بات سنے بغیر فخرو تیزی سے واپس پلٹ گیا۔ میں نے پلٹ کر گیٹ بند کیا تو سوہنی ساتھ میں کھڑی تھی۔ اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی' بلاشبہ اس نے ساری بات سن لی تھی۔ میں نے باہر والا دروازہ کھولا' لائٹ آن کی اور دروازے میں کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا۔ میرا ہاتھ پسٹل پر تھا کیونکہ میں نے ایک چھوٹی کار گلی میں آتے ہوئے دیکھ لی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ میرے دروازے کے سامنے آکر رک گئی۔ اس میں سردار کے ساتھ فخرو ہی تھا' سردار شاہ دین تیزی سے میرے کمرے میں آ گیا اور آتے ہی میری جانب ہاتھ بڑھایا' میں نے اس سے ہاتھ ملایا تو وہ بولا۔

''تجھے معلوم ہے ناکہ میں آج تک چل کر کسی کے گھر نہیں گیا۔ صرف تیرے گھر تک آیا ہوں اور تم مجھے بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہو گے۔''

''سردار صاحب! اس وقت آپ میری مرضی سے نہیں' اپنی خواہش سے آئے ہیں۔ جس طرح آپ آگئے ہیں' اس طرح آپ بیٹھ بھی خود ہی جائیں گے۔'' میں نے اپنے لہجے کو کافی حد تک طنزیہ ہونے سے بچاتے ہوئے کہا۔ تب تک وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ میں سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا' فخرو باہر کار ہی میں تھا۔ سردار چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔

''میں شاہ زیب کی حرکت پر شرمندہ ہوں۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''اس نے جو کرنا تھا وہ کرلیا' مجھ سے جو ہوسکا' میں بھی کرنے کو تیار ہوں۔ آپ فکر نہ کریں' یہ معاملہ چلتا رہے گا اب آپ سنائیں' آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں' حکم کریں۔'' میں نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا۔ مجھے اس کی چرب زبانی اور منافقت پر ایک دم سے گرمی آ گئی تھی۔

''میرے خیال میں' سب کچھ غلط فہمی میں ہو گیا۔ تمہاری طرح وہ بھی نوجوان ہے' میں چاہتا ہوں تم دونوں آپس میں صلح کر لو' باقی پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''ٹھیک ہے' گاؤں کے چوک میں بس مجھے اور شاہ زیب کو تھوڑی دیر اکیلا چھوڑ دیں۔ پھر صلح ہی صلح ہو گی ہماری۔'' میں نے سردار شاہ دین کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ غصے میں آ گیا تھا۔ مگر میں اس وقت حیران رہ گیا جب وہ بولا تو انتہائی تحمل سے کہنے لگا۔

''دیکھ میں تم سے کچھ اور باتیں کرنے آیا ہوں۔ یہ شاہ زیب والا معاملہ کسی طرح ختم کرو' ہم وہ بات کریں۔''

''تو نہ کرو' میں نے کہہ دیا جو کہنا تھا۔'' اچانک مجھے بھی غصے نے مجبور کر دیا کہ اسے صاف جواب دے دوں۔ ''سردار جی...... ! اس نے مجھے قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا' پولیس منگوائی تھی کہ مجھے پار کر دیں۔ اور کیا یہ سب اس نے آپ کی اجازت کے بغیر کیا' اگر کیا تو بڑی نالائق اولاد ہے آپ کی' اسے تو سزا ملنی چاہیے۔''

''دیکھو' وہ میرا اکلوتا بیٹا ہے' میں اس کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہوں' میں اس کی غلطی مان رہا ہوں نا۔'' سردار نے لجاجت سے کہا۔

''سردار جی آپ نے اگر کوئی دوسری بات کرنی ہے تو کریں' مجھے معلوم ہے کہ میرے نہ ماننے سے آپ نے کیا پلان کیا ہوا ہے۔ آپ نے جو فوج سڑک پر کھڑی کی ہوئی ہے نا' وہ میری نگاہ میں ہے' وہ فوج بھیجیں' میں نے اس کا توڑ بھی کیا ہوا ہے' میں نے بچپن سے اب تک آپ ہی کی نفسیات کو سمجھا ہے' کیوں سمجھا ہے یہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔''

''تم گڑھے مردے مت اکھاڑو لڑکے' تم شاید اسے میری مجبوری سمجھ کر کہ میں چل کر تیرے گھر آ گیا ہوں' تو اپنی حد سے باہر ہو رہا ہے۔ اپنے آپ پر سوچ' اپنی بوڑھی ماں پر رحم کر...... تو جو مانگتا ہے' میں تجھے دے دیتا ہوں' لیکن یہ سارا تماشا ختم کر' وہ جو میری بیٹی ہونے کی دعویدار بنی پھرتی ہے' اسے لے کر کہیں چلا جا' اس تماشے کو زیادہ لمبا کرو گے تو کچھ حاصل نہیں ہونے والا' میں......'' وہ سمجھانا چاہ رہا تھا کہ سوہنی اندر آ گئی۔ وہ پورے لباس میں تھی اور آنچل سے سر ڈھکا ہوا تھا۔ سردار نے گھوم کر اسے دیکھا اور لفظ اس کے منہ ہی میں رہ گئے۔ وہ بولی۔

''کتنا ظالم معاشرہ ہے تمہارا' ایک عورت کو کھلونا سمجھا اور دوسری عورت جو اس کی بیٹی ہے اس سے انکار کرتے ہو۔''

''تم جو کوئی بھی ہو' جس کسی کی بھی سازش لے کر یہاں تک آئی ہو' میں وہ......''

''اب مجھے تیرے جیسے شخص کو باپ کہنے پر شرمندگی ہو رہی ہے' میں نے سوچا تھا کہ شاید تیرے اندر کا خون جوش مارے گا' لیکن نہیں...... ایسا نہیں ہی' اپنی اولاد کو دیکھ کر تو والدین کا من تڑپ اٹھتا ہے' شاہ زیب تیرا بیٹا ہے اور میں نہیں......'' اس نے بڑے طنز سے کہا۔

''نہیں ہونا' اس لیے......''

''تو یہ طے ہوا سردار شاہ دین کہ تم میرے باپ نہیں' مگر میں نے اپنا دعویٰ سچ ثابت کر دینا ہے' پھر تم نے مجھے بیٹی قبول کرنا ہے' تب میں نے انکار کر دینا ہے' پھر جو میں ثابت کروں گی' تم اس سے بھی انکار نہیں کر پاؤ گے۔''

''میں تمہیں زندہ ہی نہیں چھوڑوں گا۔'' سردار نے انتہائی غصے میں کہا۔

''دیکھو سردار! یہ گھٹیا دھمکی کسی اور کو دینا۔ تم یہ مت سمجھنا کہ میں ایک طوائف زادی' یہاں آ کر دعویٰ کروں گی اور تم اسے آن کی آن میں مار دو گے' یہ تمہاری بھول ہے۔ میں آج کی لڑکی ہوں' سارے بندوبست کر کے آئی ہوں۔ ملک سجاد جیسے بندے کو اگر موت کے منہ میں ڈال دیا ہے تو...... میں اپنا تحفظ کر سکتی ہوں۔ گولی چلا کر دیکھو' تم تو کیا شاہ زیب بھی نہیں رہے گا۔'' سوہنی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''دیکھو' تم بہت بول چکی ہو' تمہاری زندگی اسی میں ہے کہ رات کے اندھیرے میں اسی طرف لوٹ جاؤ جنہوں نے تمہیں سازش کے تحت یہاں بھیجا ہے' چار دن جی لوگی۔'' سردار نے نہایت غصے میں مگر دھیمی آواز میں کہا تو سوہنی نے بڑے اعتماد سے کہا۔

''یاد ہے سردار جی ایک سال قبل آپ اپنا تفصیلی چیک اپ کروانے گئے تھے لاہور' آپ کے ڈاکٹر نے آپ کو خصوصی طور پر بلوایا تھا۔''

''ہاں کیوں؟'' وہ تیزی سے بولا۔

''وہ میں نے ایک بڑی رقم دے کر ڈاکٹر کو راضی کیا تھا کہ آپ کو بلوائے اور آپ کا اور میرا ڈی این اے ٹیسٹ کروائے۔ مجھے بھی شک تھا کہ میں شاید آپ کی بیٹی نہ ہوں۔ میری ماں غلط بیانی کر رہی ہو محض دولت کے لیے' آخر طوائف ہے نا...... میں نے کچھ عرصہ کی مہلت لی ہے اس سے' میں نے اپنا آپ فروخت کیا ہے اپنی ماں کو...... میں نے کہا' اگر میں ایک خاص عرصے تک اسے' اس کی سوچی ہوئی دولت سے دوگنا نہ دے دوں' اس وقت تک وہ مجھ پر اپنا کوئی فیصلہ مسلط نہیں کرے گی۔ ٹیسٹ نے ثابت کر دیا کہ تم میرے باپ ہو اور میں تمہاری ناجائز اولاد......'' سوہنی کہتی چلی گئی۔ آخری لفظ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں انتہائی نفرت اتر آئی' تبھی وہ چیخا۔

''یہ جھوٹ ہے' فراڈ ہے' ایسا کچھ بھی نہیں ہے' میں اسے غلط ثابت کر دوں گا۔''

''میں تو کہتی ہوں کہ تم مجھے غلط ثابت کرو' میں اس عذاب سے نکلنا چاہتی ہوں کہ میں کوئی شریف زادی ہوں' میڈیا حاضر ہے' وہاں غلط ثابت کرو' عدالت میں غلط ثابت کرو' اور یا پھر ابھی اور اسی وقت میری زبان بند کر دو' مار دو مجھے۔'' سوہنی نے بھی اسی طرح چیختے ہوئے کہا۔ سردار آنکھیں پھاڑے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے اور کیا کرے' پھر سکون سے بولا۔

''تم اب بھی ہوش کرو' اور چلی جاؤ یہاں سے' خیریت اسی میں ہے۔''

''کل کا سورج' کس کے لیے کیا لائے گا' نہ تم جانتے ہو اور نہ میں...... اور ابھی تم اتنے بڑے حاکم نہیں ہے کہ مجھے یہاں اس گھر سے نکال دو' جہاں تم خود سوالی بن کر کھڑے ہو جاؤ' اور جا کر مجھے مارنے کے لیے بندے بھیج دو' کیونکہ میں تو یہاں آئی ہی مرنے کے لیے ہوں۔ اور سنو...... میں یہاں کھڑی اتنا حق رکھتی ہوں کہ تمہیں یہاں سے جانے کے لیے کہہ دوں۔''

''تم حد سے بڑھ رہی ہو لڑکی......'' سردار کو جلال آ گیا۔

''تو پھر مجھے میری حد میں رہنے دو سردار جی' میں بتا رہی ہوں' کل میں میڈیا کے سامنے یہ ثابت کروں گی کہ میں سردار شاہ دین ایم این اے کی بیٹی ہوں۔ اور شاہ زیب میرا بھائی ہے۔ چاہے سگا نہ سہی...... میں جب لاہور سے چلی تھی تو سارے قانونی معاملات طے کر کے آئی تھی کہ

اگر میری موت ہو جاتی ہے تو اس کا ذمے دار کون ہوگا۔ مجھے کوئی خوف نہیں ہے' چاہے تو ابھی گولی ماردو' مجھے اچھا لگے گا کہ میرے باپ نے میری طرف دیکھا' پھر بولا کچھ نہیں اور اٹھ کر باہر نکلتا چلا گیا۔ میں تیزی سے دروازے تک گیا۔ وہ جلدی سے کار میں بیٹھ کر نکلتا چلا گیا۔

میں باہر والے دراوزے کو لگا کر پلٹا تو سوہنی اندر جا چکی تھی۔ میں صحن میں گیا تو وہ اماں کو ساری روداد بتا رہی تھی۔ اسے ساری بات کہنے میں کچھ وقت لگنا تھا' لیکن مجھے یہ دیکھنا تھا کہ سڑک پر رکا ہوا قافلہ کیا کررہا ہے؟ اس کی حرکت ہی سے میرا اگلا قدم اٹھنے والا تھا۔ میں نے چھت پر جا کر دیکھا' چھاکا ادھر ہی نگاہیں جمائے کھڑا تھا۔ میں نے تیزی سے نہایت اختصار کے ساتھ ساری روداد کہہ دی' وہ چپ چاپ سنتا رہا پھر بولا۔

''اگر یہ قافلہ گاؤں کی جانب آجاتا ہے تو تم فوراً نیچے آجانا' میں یہ سارا اسلحہ لے کر جارہا ہوں' اماں اور سوہنی کو میں نے بتا دیا ہے کہ انہوں نے کہاں جانا ہے۔''

''کہاں......'' میں نے پوچھا۔

''میرے گھر کے ساتھ...... ماسی کبریٰ کے گھر' وہ وہاں سے محفوظ مقام کی طرف چلی جائیں گی' مطلب وہاں گاڑی ہے ان کے لیے...... قصبے میں یا شہر یا لاہور...... جدھر بھی۔ وہ میں نے بندوبست کردیا ہے' بس ان کو سنبھالنا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے گنیں اٹھائیں اور سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

میں ایک لمحے کو حیران ہو گیا کہ وہ کیا کچھ سوچ کر اس کی حفاظتی تدابیر کررہا ہے' حالانکہ میرے اندازے کے مطابق ابھی وہ مرحلہ نہیں آیا تھا جہاں ایک گولی بھی چلتی۔ لیکن وہ جو کررہا تھا' ٹھیک کررہا تھا۔ میں بھی اس کی جگہ ہوتا تو پہلے حفظ ماتقدم کے طور پر کچھ کرتا' بعد میں اندازوں پر انحصار کرتا۔ میں اس طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا جہاں قافلہ اب بھی رکا ہوا تھا۔ شاید سردار شاہ دین ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا۔ ایسے میں میرے کاندھے پر اک نرم سا ہاتھ آن ٹھہرا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا وہ سوہنی تھی۔ وہ بڑے جذباتی انداز میں میرے چہرے پر دیکھ رہی تھی۔ میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

''بہت جرات دکھائی تو نے' اتنی بدتمیزی کے ساتھ۔'' میں نے کہنا چاہا تو اس نے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر لرزتی ہوئی آواز میں کہتی چلی گئی۔

''مجھے اخلاقیات پر کوئی لیکچر مت دینا جمال' وہ شخص میرے وجود کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں صرف اس لیے کہ میں ایک گند ہوں' وہ مجھے ایک گندے وجود میں پھینک آیا تھا' مجھے میری شناخت تو اس نے کیا دینی ہے' مجھے تو یوں صاف کرنے کی بات کررہا تھا جیسے کچرا صاف کرتے ہیں۔ وہ جرات نہیں' میرے اندر کا زہر تھا جو ہوش سنبھالنے کے ساتھ ساتھ میرے اندر بھرتا رہا ہے۔ کیا قصور ہے میرا' میری تو یہ مرضی نہیں تھی کہ میں ایک طوائف کے گھر میں پیدا ہوئی' لیکن معاشرے نے میرے ساتھ جو رویہ رکھا' مجھے جس طرح ایک نیچ' کم ذات اور گندگی جانا' وہ میرے لیے لمحہ لمحہ تازیانہ ہے' جمال' یہ نقاب ڈالے شریف زادے تو ہم سے بھی زیادہ گھناؤنے ہیں' ملک سجاد کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ ایک وجود کو خریدے' یہی نا کہ اس کے پاس دولت ہے' کوئی اس معاشرے میں ایسا نہیں ہے جو اس سے پوچھے کہ اس کے پاس اتنی دولت آئی کہاں سے؟ نہیں جمال نہیں' مجھے کوئی

اخلاقی لیکچر مت دینا۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

''اور تجھے وہ اگر قبول کر بھی لے تو یہ معاشرہ قبول نہیں کرے گا۔''

''مجھے پرواہ نہیں ہے۔ اور میں اب جینا بھی نہیں چاہتی ہوں۔ موت کا ڈر میں نے کب کا ختم کر دیا ہے۔ اور تم بھی یہ جان لو جمال' اس میں ہمت نہیں ہے کہ مجھے مار سکے۔''

''تم پہلے تو مجھے یہ کہہ چکی ہو کہ اب تک ڈر سے خاموش تھی' یہ اچانک......'' میں نے کہنا چاہا تو وہ بولی۔

''تمہاری وجہ سے جمال' صرف تمہاری وجہ سے...... میں نے جب اپنے بارے میں اماں کو سب کچھ سچ بتایا تو اماں نے بھی اپنی داستان مجھے سنا دی' یقین جانو' جس دن موت کا خوف ختم ہو گیا' میں اس دن زندہ ہو گئی۔ اماں نے مجھے زندہ کر دیا' تمہارا سہارا' میرے لئے بہت بڑا حوصلہ ہے جمال۔''

''وہ دیکھ رہی ہو سامنے......'' میں نے قافلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''یہ سردار شاہ دین کا قافلہ ہے' اس کے حکم پر بے تاب' ہمیں لمحوں میں ختم کر سکتا ہے۔ یہی قافلہ اگر دندناتا ہوا یہاں آئے اور ہم پر حملہ کر دے...... میرے پاس اتنی طاقت نہیں ہے۔'' میں نے اعتراف کیا۔

''لیکن تمہارے پاس حوصلے کی بہت بڑی طاقت ہے۔ یہ میں مانتی ہوں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو میں نے کہا۔

''جھوٹ' جیسے کہ تم نے سردار کے سامنے بولا' یہ کب تک چل سکتا ہے۔ حالانکہ......''

''نہیں' نہیں میں نے جھوٹ نہیں بولا جمال' جو وہاں کہا' بالکل سچ کہا ہے۔ تمہارے اس گاؤں میں میرے کچھ لوگ ہیں' جو ایسے ہی کسی وقت کے لیے منتظر ہیں۔ قانونی معاملات میں طے کر کے آئی ہوں اور یہ سن لو...... میں نے پولیس کے اعلیٰ حکام سے بھی فون کروا دیا ہے۔ سردار کو یہ معلوم ہے کہ یہ معاملہ پولیس کے علم میں ہے' دیکھنا یہی قافلہ ابھی پلٹ کر جائے گا' وہ جو سوچ کر آیا تھا وہ اسے نہیں ملا' طوائف زادی ہوں' مرد کی آنکھ پہچانتی ہوں۔'' آخری لفظ کہتے ہوئے اس نے اپنی آنکھ دبا دی' ماحول ایک دم سے بدل گیا۔ چند لمحے پہلے آنسو بھری جذباتیت تھی وہ ختم ہو کر رہ گئی۔ میں اس قافلے کو غور سے دیکھنے لگا جو حرکت میں آ چکا تھا' وہ لوگ واپس جا رہے تھے۔ اور پھر کچھ وقت بعد وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

''وہ تو گئے......'' میں نے سرسراتے ہوئے کہا' تبھی سوہنی میرے بالکل قریب ہوتے ہوئے بولی۔

''ایسا ہی ہو گا...... اور جو کل ہونے والا ہے' اس کا بھی مجھے اندازہ ہے۔ لیکن تم شاہ زیب کے ساتھ کیا کرتے ہو' اس کا میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

''اس کے بارے میں تمہیں سوچنا بھی نہیں چاہیے۔'' میں نے کہا تو کھلکھلا کر ہنس دی' پھر میری گردن میں اپنی بانہیں حمائل کرتے ہوئے بولی۔

''آج بہت خوش ہوں میں......''

''اس لیے کہ سردار کے ساتھ تمہارا آمنا سامنا ہو گیا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں' میں آج تمہارے اتنے قریب ہوں۔ اب انجان نہیں بنتا جمال...... زندگی کے چند حسین پل بہت سوچ سمجھ کر اور بہت خوشی سے

گزار دینا چاہتی ہوں۔''

ایسے ہی لمحے میرے دماغ میں اچانک ایک خیال رینگ گیا جس کے تحت میں نے اس کی کمر میں اپنا بازو ڈالتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا لیا' پھر اس کی گردن پر دھیرے سے اپنے گال مس کرتے ہوئے کہا۔

''بس ساتھ چلنا' بوجھ مت بننا۔ چلتے چلیں جائیں گے۔''

میرے یوں کہنے پر اس نے مجھے زور سے بھینچ لیا' جس کے باعث دو پہر کی لگی چوٹیں ایک بار پھر سے جاگ اٹھیں۔ اس کی گرم جوشی سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس قدر خوش ہے۔ اب میں یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی یہ خوشی کیسی تھی' میں نے دھیرے سے اسے الگ کیا اور بڑی نرمی سے بولا۔

''اب مجھے جانے دو' ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔'' اس نے کچھ نہیں کہا' صرف مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھتی رہی' میں نے اس کی طرف نہیں دیکھا بلکہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے چلا گیا۔ پہلی نگاہ میں اماں مجھے دکھائی نہیں دی' جب غور سے دیکھا تو وہ دالان میں جائے نماز بچھائے سجدے میں تھیں۔ میں نے بائیک اٹھائی اور باہر کی طرف نکلتا چلا گیا۔ حالانکہ میرا جسم دو پہر کی چوٹوں سے دُکھ رہا تھا۔

گاؤں سے باہر ایک مخصوص ٹھکانے پر چھاکا سب دوستوں کے ساتھ تیار بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جا کر بائیک روکی تو وہ تیزی سے بولا۔

''حویلی میں اچھی خاصی پولیس آ گئی ہے۔ لگتا ہے انہوں نے بہت زیادہ سیکیورٹی کر لی ہے اپنی۔''

''لیکن تو مجھے یہ بتا' رندھاوے کی کوئی خبر نہیں' اس کی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی۔'' میں نے پوچھا تو وہ بولا۔

''اب اس کی طرف سے شاید ہی کوئی خبر آئے' کیونکہ وہ معطل ہو گیا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے' کوئی نیا بندہ آ گیا ہے یہاں۔'' میں نے اپنے طور پر اندازہ لگایا۔

''لگتا تو ایسا ہی ہے لیکن مجھے پیرزادوں کی خاموشی اچھی نہیں لگ رہی ہے۔'' چھاکے نے مجھے اشارے میں بتایا تو میں نے چارپائی پر پھیلتے ہوئے کہا۔

''چھوڑ و یار' کچھ کھانے پینے کا بندوبست کیا ہے تو کھلاؤ' بہت بھوک لگی ہے۔ کھا پی کر سوچتے ہیں کہ اب کیا کرنا ہے۔''

وہ میری بات سمجھ گیا کہ اب کیا کرنا ہے' سو اس نے موضوع ہی بدل دیا۔

میں اس وقت کچھ سوچنا چاہ رہا تھا' شام ہوتے ہی میں نے جو پلان کیا تھا' وہ یکسر بدل چکا تھا۔ اگر سردار شاہ دین میرے گھر نہ آتا تو میں کچھ اور ہی کرنے جا رہا تھا۔ میرا ٹارگٹ شاہ زیب تھا۔ میں اسے اغواء کر کے سردار شاہ دین کو نچانا چاہتا تھا۔ شاہ دین کے آنے سے اور پھر سوہنی کی اس سے تلخ کلامی کے بعد جو صورتحال بنی تھی اب اس میں شاہ زیب کا اغوا بنتا نہیں تھا۔ میرا اصل ٹارگٹ صرف یہ تھا کہ پورے علاقے کے لوگوں کے سامنے ان سرداروں سے سوال کروں کہ شاہ زیب نے مجھے اغوا کیوں کرایا اور قتل کرنے کی کوشش کیوں کی؟ اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلتا' میرا مقصد حل ہو جانا تھا۔ وہیں میں نے سوہنی کا قصہ چھیڑنا تھا کہ شاہ زیب مجھے صرف سوہنی کی وجہ سے قتل کرنا چاہتا ہے۔ سوہنی سردار شاہ دین کی بیٹی ہے۔ یہ ثابت ہوتا یا نہ ہوتا لیکن علاقے کے لوگوں کو اک نیا موضوع مل جاتا اور مخالفین تو اس بات کو اچھال دیتے۔ میری سوچ اپنی جگہ رہ گئی اور ساری تیاری دھری

کی دھری۔ کل دن چڑھے دلبر کے ایصال ثواب کے لیے علاقے سے بہت سارے لوگ آنے والے تھے۔ افواہیں جو گردش کرتے کرتے واقعات کی صورت اختیار کر گئی تھیں' اس نے دلبر کے قتل کو بہت سنسنی خیز بنایا ہوا تھا۔ وہاں بہت سارے لوگ اکٹھے ہونا تھے اور میری کوشش تھی کہ میں وہاں پر اپنا سوال رکھوں' شاہ زیب کو اغوا کیے بغیر میرا مقصد حل ہو رہا تھا۔

''او یار اب کیا کرنا ہے' ہمیں تو بتاؤ۔'' میرے ہی ایک ساتھی نے اکتاہٹ سے کہا تو میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

''اس وقت شاہ زیب کا اغوا بہت مشکل ہے' بہت ساری سیکیورٹی ہے' ایویں خواہ مخواہ بندے مروانے والی بات ہے' میرا خیال ہے کہ آج رہنے دیں۔'' میں نے اپنی صلاح دے دی تو کچھ دیر بحث کے بعد سبھی نے مان لیا کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

''تو پھر کیا کریں' یہیں پڑے رہیں۔'' اس نے دوبارہ پوچھا۔

''نہیں اپنے اپنے گھر چلیں۔ مناسب موقع دیکھتے ہی......'' میں نے کہا تو میرے دوست اپنی اپنی جگہ سے اٹھے اور وہاں سے نکلنے لگے' پھر کچھ دیر بعد میں اور چھاکا وہیں رہ گئے۔ ذرا ٹھہر کر ہم بھی وہاں سے نکل پڑے۔ پھر تقریباً ساری رات کسی بھی صورتحال کے لیے منتظر رہے مگر کچھ نہ ہوا۔

اس وقت سورج نہیں نکلا تھا' لیکن صبح کا نور ہر جانب پھیل چکا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کی نیند لے کر میں بیدار ہو چکا تھا۔ اور ٹھنڈے پانی سے نہا کر اپنی کسلمندی دور کر چکا تھا جب ہمارے گھر کا گیٹ بجا۔ میں لاشعوری طور پر کسی بھی غیر متوقع صورت حال کے لیے تیار تھا۔ میں نے اپنا پسٹل ہاتھ میں لیا اور گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے گیٹ کی جھری سے باہر جھانکا' تو مجھے اکیلا فخرو کھڑا دکھائی دیا۔ میں نے محتاط انداز میں گیٹ کھولا تو فخرو نے کہا۔

''اچھا ہوا تو گھر پر ہی مل گیا۔ کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔''

''میں باہر والا کمرہ کھولتا ہوں۔'' میں نے کہا اور گیٹ بند کر کے اندر آیا۔ اس وقت تک سوہنی صحن میں آ کر متجسس نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اشارہ کیا اور باہر والا دروازہ کھولنے چلا گیا۔ فخرو نے اطمینان سے بیٹھنے کے بعد کہا۔

''مجھے سردار صاحب نے تم سے حتمی بات کرنے کے لیے بھیجا ہے۔''

''تو بولو' کیا کہتا ہے تمہارا سردار......؟'' میں نے آہستگی سے پوچھا۔

''جو معاملہ جہاں ہے' اسے وہیں ختم کر دو۔ کروڑ دو کروڑ روپیہ اس سوہنی کو دو اور قصہ ختم کر دو۔ باقی اگر تم سردار سے کچھ چاہتے ہو تو وہ بتا دو......'' فخرو نے یوں کہا جیسے وہ اس معاملے کو ذرا بھر بھی اہمیت نہیں دینا چاہتے' ان کا خیال تھا کہ روپے پیسے سے یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ سوہنی نے بڑے سکون سے کہا۔

''پہلی تو بات یہ ہے فخرو کہ میرا سردار سے معاملہ الگ ہے' اور سوہنی کا الگ۔ ہاں ممکن ہے اس وقت ہم دونوں کا معاملہ ایک ہو جائے' جب ہم دونوں شادی کر لیں' کیونکہ مشترکہ دشمن کے لیے دو اجنبی دوست بن سکتے ہیں۔''

''تم یہاں تک سوچ سکتے ہو؟'' فخرو نے حیرت سے پوچھا۔

''امکانات ہیں نا' انہیں رد تو نہیں کیا جا سکتا' لیکن بہرحال ہم دونوں کے اب تک معاملات مختلف ہیں۔ میں تو چاہتا ہوں لیکن سوہنی کی تو

اپنی شناخت کا معاملہ ہے۔ سردار کی بیٹی ثابت ہو جانے کا مطلب کیا ہے کہ وہ بھی اس جاگیر کی حصہ دار ہوگی' کون پاگل ہے جو اتنی بڑی جاگیر کا حصہ چھوڑ کر کروڑ دو کروڑ لے کر الگ ہو جائے' سارے ہی لوگ اس سردار کے مزارعے یار عایا نہیں ہیں۔ عقل سمجھ رکھتے ہیں۔'' میں نے اسی سکون سے کہا۔

''لیکن تم اس سے بات تو کروا سکتے ہو۔'' فخرو نے تیزی سے پوچھا۔

''تم کرو گے بات ......'' میں نے جواب دینے کی بجائے اس سے پوچھا۔

''نہیں......! خود سردار صاحب کریں گے بات۔'' اس نے کہا۔

''میں بلا لیتا ہوں اسے' تم اس سے بات کر کے دیکھ لو۔'' میں نے کہا اور اٹھ کر اندر جانے لگا تو سوہنی ایک دم سے اندر آ گئی اور بڑے گھمبیر لہجے میں بولی۔

''جمال' سرداروں کے اس نوکر سے کہو کہ میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتی' میرے معاملے پر سردار شاہ دین کے علاوہ کوئی مجھ سے بات نہ کرے۔ سردار کے لیے میرا پیغام ہے کہ دلبر کی ایصال ثواب کی محفل تک اس کے پاس وقت ہے۔ ورنہ میں نے وہاں بیٹی ہونے کا اعلان تو کر ہی دینا ہے۔''

''ٹھیک ہے' ان دونوں ہی کی بات ہو جائے گی' میں انہیں جا کر ابھی بتا دیتا ہوں۔'' فخرو نے اٹھتے ہوئے کہا تو میں نے اس سے پوچھا۔

''مگر یہ بات ہوگی کہاں؟''

''ظاہر ہے یہ بی بی صاحبہ حویلی جائیں گی' وہیں جا...... کر...... ہی بات......'' فخرو نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے جمال' میں حویلی چلی جاؤں گی' لیکن کیا گارنٹی ہے کہ مجھے وہاں قتل نہیں کیا جائے گا' اس کی صرف یہی صورت ہے کہ شاہ زیب کو تمہارے حوالے کر دیا جائے تو میں حویلی چلی جاؤں گی' ورنہ ایصال ثواب کی محفل ختم ہونے کا انتظار کر لے' اب اسے کہو جائے' خواہ مخواہ وقت ضائع نہ کرے۔'' سوہنی نے تیزی سے کہا اور کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔ فخرو' کتنی ہی دیر تک میرے چہرے پر دیکھتا رہا' پھر جب کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا تو تیزی سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اور میں اس صورت حال پر مسکرا کر رہ گیا۔ حالات نے کس طرح پلٹا کھایا تھا' اب تک لوگوں کو اپنی حاکمیت کے بل بوتے پر نچانے والے' میرے اشاروں پر ناچ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

اس وقت جسپال کار ڈرائیونگ کر رہا تھا اور اس کے ساتھ بیٹھی ہرپریت سڑک کے اردگرد دیکھ رہی تھی۔ وہ جالندھر بائی پاس پر تھے اور اس ریسرٹ کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے' جس کے بارے میں جسمیندر نے بتایا تھا اور انہوں نے وہاں ٹھہرنا تھا' وہ مناسب رفتار سے کار لیے جا رہا تھا' اوگی پنڈ سے یہاں جالندھر آ جانے تک اس نے پوری طرح احساس کر لیا تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے' گاؤں سے نکلتے ہی ایک سرخ رنگ کی گاڑی اس کے پیچھے لگ گئی تھی۔ شام ڈھل کر رات میں تبدیل ہو گئی تھی' مگر وہ سکون سے ڈرائیونگ کرتا چلا جا رہا تھا' اچانک' ہرپریت بولی۔

''وہ دیکھو! وہ سامنے دائیں جانب...... اب دھیان سے گاڑی ادھر موڑ لو۔''

جسپال نے کوئی جواب نہیں دیا اور بڑی احتیاط سے گاڑی اس طرف موڑ دی' اور پھر پارکنگ میں جا کر رک گیا۔ انہوں نے اپنا بیگ وغیرہ اتارا اور کاؤنٹر کی طرف چل دیئے جہاں ایک خوبصورت سی لڑکی نے چہرے پر کاروباری مسکراہٹ سجائی ہوئی تھی۔ کاؤنٹر پر چند اور بھی لڑکے اور لڑکیاں تھیں' تبھی اس لڑکی نے انگریزی میں پوچھا۔

''جی فرمائیں' ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟''

''بہت ہی پرسکون اور اچھا سا کمرہ' جہاں زیادہ ڈسٹرب نہ کیا جائے۔'' جسپال سنگھ نے کافی حد تک اکتائے ہوئے انداز میں کہا' جس پر لڑکی نے ایک نگاہ ہرپریت پر ڈالی اور نجانے کیا سمجھ کر ذرا سی مسکراتے ہوئے بولی۔

''کیوں نہیں سر...... ! بہت پرسکون اور ڈیلکس کمرہ ہوگا۔'' اس نے اس کے ساتھ ہی ایک بک لسٹ اسے تھما دیا تاکہ وہ ٹیرف وغیرہ دیکھ لے۔ مگر جسپال نے اسے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے پرسکون اور اچھا سا کمرہ کہا ہے۔''

''اوکے سر...... !'' اس لڑکی نے جلدی سے کہا اور کمرہ دینے کی فارمیلٹی میں الجھ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد انہیں ویٹر ایک کمرے میں چھوڑ گیا۔ اس کے جاتے ہی ہرپریت نے غصے میں کہا۔

''میں اس کاؤنٹر والی کے ہاتھ چھوڑنے لگی تھی۔ کس طرح دیکھا تھا میری طرف...... کہیں کی......''

''یار' اس کی جو سوچ ہے وہ اس کے ساتھ' تو کیوں اپنی زبان گندی کر رہی ہے۔ چھوڑ اسے' اور جاؤ فریش ہو آؤ' پتہ نہیں وہ کیشیو مہرہ کس وقت آ جائے۔'' جسپال کے کہنے پر وہ بنا کچھ کہے واش روم کی طرف چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ ڈائننگ ہال میں تھے۔ کیشیو مہرہ آ چکا تھا اور ان سے اپنا تعارف کرا کر بیٹھ چکا تھا۔ وہ ادھیڑ عمر کا ایک ہندو بیرسٹر تھا۔ گہرا سانولا رنگ اور بال برف کی مانند سفید ہو چکے تھے۔ دراز قد اور قدرے فربہ مائل' اس نے سونے کی کمانی دار عینک لگائی ہوئی تھی۔ کھانے کا آرڈر دینے کے بعد اس نے یونہی پوچھا۔

''کمرہ آپ کو آسانی سے مل گیا نا۔ مطلب کچھ ادھر ادھر کی جرح تو نہیں کی۔''

''نہیں' میں نے اپنا ایڈریس وہی وینکوور کا ہی لکھوایا' جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا۔'' جسپال نے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''یہاں پر زیادہ تر شوقین مزاج لوگ آ کر ہی ٹھہرتے ہیں نا' اگر اس طرح کا کوئی رویہ سامنے آ جائے تو گھبرائیے گا مت...... وہ......''

''میں تو اس کاؤنٹر والی لڑکی کے جھانپڑ لگانے لگی تھی۔'' ہرپریت نے تیزی سے کہا تو کیشیو مہرہ بولا۔

''او...... تو آپ نے یہاں آتے ہی محسوس کر لیا۔ یہ تو بہرحال بھگتنا ہوگا۔ یہ جگہ ہی ایسی ہے۔ خیر...... ! میں یہاں آپ سے جائیداد کے متعلق ہی نہیں' دوسرے امور پر بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کروں گا۔ آپ کو دو دن یہاں رہنا ہوگا۔ دن بھر آپ میرے ساتھ ہوں گے' ہم مختلف آفیسرز سے ملیں گے۔ یہ صرف ایک دکھاوا ہے' میں نے آپ کا کیس بہت غور سے دیکھا ہے' اس میں سوائے

سیاسی رکاوٹوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ میں نے اوپر بات کر لی ہے' روپیہ تو خرچ ہو گا لیکن ہم یہ معاملہ حل کر لیں گے۔''

''تازہ ترین صورت حال سے...... میں سمجھا نہیں۔'' جسپال نے وضاحت چاہی۔

''وہی جو رویندر سنگھ اور اس کے بیٹے ہردیپ سنگھ کے بارے میں ہے۔ آپ اس سارے منظر میں کہیں دور دور تک دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ کوئی ثبوت نہیں ہی' لیکن رویندر سنگھ کو پورا یقین ہے کہ آپ کسی نہ کسی حوالے سے اس معاملے میں ملوث ہو۔ وہ کمیشن کے من راج سنگھ سے لے کر ہردیپ سنگھ تک کی کڑیاں ملا رہا ہے۔'' کیشیو مہرہ کہتا چلا جا رہا تھا۔ اور جسپال کے ساتھ ہرپریت سانس روکے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ یوں روانی سے ساری باتیں کہتا چلا جا رہا تھا جیسے سب کچھ اس کی نگرانی میں ہوا ہو۔ جسپال کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیشیو مہرہ کے ساتھ کیسا رویہ رکھے' کہیں وہی اس کے گلے کا پھندا نہ بن جائے۔ لیکن جسمیندر سنگھ ایسا نام تھا جس نے اسے متعارف کرایا تھا۔ اس پر تو وہ آنکھیں بند کر کے اعتماد کر سکتا تھا۔ تبھی جسپال سنگھ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کیا ہے تازہ ترین؟''

''بات پنجاب پولیس کے اعلیٰ حکام تک پہنچ چکی ہے اور وہاں پر بحث و مباحثہ بھی ہو چکا ہے۔ ان کے پاس تین آپشن ہیں' پہلا کہ ان قتل کے پیچھے آتنک وادیوں کا ہاتھ ہے اور وہ دہشت گردی کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ سکھوں کی خفیہ تنظیم یہ سب کچھ کر رہی ہے کیونکہ مختلف جگہوں سے یہ شواہد مل رہے ہیں کہ بھنڈارانوالہ کی خالصتان تحریک دوبارہ فعال ہونے جا رہی ہے۔ یہ آپشن زیادہ مضبوط ہے' کیونکہ بھنڈارانوالہ کے پوسٹر لگانے کی مہم کے بارے میں سنا جا رہا ہے اور تیسرا آپشن وہ ذاتی دشمنی کو دے رہے ہیں۔ اسی تیسرے آپشن میں رویندر سنگھ نے تو آپ کے خلاف واویلا مچایا لیکن اب تک کی صورت حال کے مطابق کوئی ثبوت نہ ہونے کے باعث اور آپ کی طرف سے کسی بھی قسم کے غلط رویے کے بارے میں نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ توجہ نہیں دی جا رہی۔ میں چونکہ تین دن پہلے تھائی لینڈ سے آیا ہوں اور جسمیندر نے مجھے وہاں تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا اس......'' اس نے کہنا چاہا لیکن جسپال نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

''یہ پولیس والی بات جسمیندر نے بتائی ہے؟''

''نہیں...... نہیں...... اس نے نہیں...... اس نے تو مجھے تمام پس منظر بتانے کے ساتھ اب تک کی صورت حال بتائی ہے۔ آگے کیا کرنا ہے اس بارے میں بھی کچھ خدوخال ہیں میرے پاس' یہ پولیس والی ساری رپورٹ تو میں نے آ کر لی ہے نا۔ اب تک پولیس کے پاس تمہارے لیے کوئی بھی منفی پوائنٹ نہیں ہے بلکہ پلس پوائنٹ ہیں کہ تم پر قاتلانہ حملہ ہوا' تمہیں خواہ مخواہ اوگی تک محدود رکھا جا رہا ہے۔ بلجیت سنگھ نے حویلی کو دوبارہ بنانے پر رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی' اور یہ زور دیا جا رہا ہے کہ تم ہی اس ساری صورت حال کی وجہ ہو' جبکہ ثبوت کوئی نہیں۔''

''یہ بات تو ہو گئی مہرہ صاحب' سکھ تنظیم کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟'' ہرپریت نے الجھتے ہوئے دھیمے لہجے میں سوال کیا۔

''وہی گو مگو کی کیفیت ہے' اگر انہیں ذرا سا بھی اشارہ مل جائے تو وہ ساری توجہ اس طرف نہ لگا دیں' آپ دیکھو' اب تک ایک بھی گرفتاری نہیں ہوئی خیر......! اب میں آپ کو مشورہ یہ دینا چاہ رہا ہوں کہ آپ اپنی ساری توجہ صرف اور صرف اپنی جائیداد کے حصول کی طرف لگا دیں' رویندر

سنگھ اس راہ میں روڑے اٹکائے گا' یہی تمہاری بے گناہی بنے گی۔ کیونکہ دشمنی ان کی طرف سے ہوگی' تمہاری طرف سے نہیں۔ اوگی پنڈ میں اپنا اثر ورسوخ بڑھائیں لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کریں۔ مطلب دفاعی پوزیشن میں آجائیں۔ ہوسکے تو بلجیت سنگھ کے سیاسی حریف کو اپنے قریب کریں' اسے معاشی مدد دیں' وغیرہ وغیرہ۔''

''اس طرح تو میرا مقصد بہت دور تک' بلکہ میری رسائی سے بھی آگے تک نکل جائے گا۔ بہت صبر کرنا پڑے گا۔'' جسپال نے یوں کہا جیسے وہ ناکام ہو رہا ہو۔

''دیکھو...... ایک راستہ ہے قتل وغارت گردی کا۔ اس میں پولیس سے لے کر خفیہ ایجنسیاں تک آپ کے پیچھے لگ جائیں گی۔ پھر فرار کا راستہ نہیں ہوگا آپ کے پاس۔ یہ طے نہیں کہ آپ اپنا کام مکمل بھی کرلوگے یا نہیں۔ لیکن دوسرا راستہ طویل تو ہے لیکن سو فیصد امکان ہے کہ آپ رویندر سنگھ کے خاندان کو صفحہ ہستی سے مٹادو' مقصد انہیں ختم کرنا ہے۔''

مہرہ نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا تو جسپال نے اچانک ہی ایک سوال کیا۔

''آپ اس سارے معاملے میں دلچسپی صرف جسمیندر کے کہنے پر لے رہے ہیں یا......''

''میرا ذاتی مقصد بھی ہے لیکن یہ کہانی پھر کسی وقت سہی' اب تو ہم ملتے ملاتے رہے گے' لیکن قانونی مشیر کے طور پر' اس کے علاوہ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایڈووکیٹ گل بلاشبہ سنیئر وکیل ہیں۔ بہت سمجھدار ہیں' وہ جائیداد کا معاملہ حل بھی کرلیں گے' لیکن خفیہ والے ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ سکھ تنظیم کے بڑے سرگرم رکن ہیں۔ اس وجہ سے بھی وہ آپ کی راہ میں رکاوٹ آجاتی تھی۔ اب بھی اور اس وقت بھی آپ کی نگرانی ہو رہی ہے' گردن موڑ کر مت دیکھنا لیکن ہمارے دائیں طرف جو جوڑا بیٹھا ہے' وہ خفیہ والوں کا ہے' یہ ڈرامہ خود رچایا ہے ورنہ میں آپ سے اوگی میں آ کر بات کرسکتا تھا یا میرے چیمبر یا گھر میں بات ہوسکتی تھی۔''

''مطلب' انہیں اپنا آپ دکھایا جائے کہ ہم نہایت شریف آدمی ہیں۔'' جسپال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بالکل! آپ کا یہاں ہونا صرف تفریح اور میرے ساتھ لوگوں کے ساتھ ملنا ملانا ہے۔ کمرے میں بھی ایسی کوئی بات نہیں کرنا' ممکن ہے کوئی خفیہ کیمرہ' یا مائیک' لگا ہو' مطلب آپ جس قدر بہتر انداز میں ان تک اپنا پیغام پہنچاسکیں' ہوسکتا ہے یہی جوڑا آپ کے نزدیک ہونے کی کوشش کرے یا کوئی نیا آجائے۔'' مہرہ نے مسکراتے ہوئے یوں کہا جیسے بہت دلچسپ بات بتا رہا ہو۔ اتنے میں بہرہ کھانا لگانے لگا۔

''اچھا آپ آنے والے دنوں میں خدوخال کی بات کررہے تھے۔'' ہرپریت نے پوچھا تو مہرہ ہنس دیا اور پھر بولا۔

''اسمارٹ گرل...... میں مانتا ہوں کہ تم بہت بہادر اور ذہین ہو لیکن ابھی یہ مرحلہ طے ہوجانے دو' ابھی ہم دو دن یہاں ہیں' بہت ساری باتیں ہوں گی' فی الحال تو ہمیں کھانے پر توجہ دینی چاہیے۔''

کھانے کے دوران وہ یہاں کے عدالتی نظام' جائیداد کے امور کے بارے میں باتیں' جالندھر میں اپنے اثر ورسوخ اور ایسی ہی بہت ساری باتیں کرتا رہا۔ ان کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ یونہی گپ شپ میں کھانا ختم ہوگیا۔ پھر کچھ دیر بعد کیشیو مہرہ اٹھ کر چلا گیا۔ وہ اس کے

ساتھ ڈائننگ ہال سے باہر تک آئے۔ اس دوران اس جوڑے کو انہوں نے غور سے دیکھا۔

''لو جی پھر صبح آپ نے میرے پاس آ جانا ہے اور آنے سے پہلے مجھے فون کر دینا ہے ابھی میں کسی عدالت میں پیش نہیں ہو رہا اور یہ دو دن آپ کے لیے ہیں۔'' اس نے پہلے جسپال سے ہاتھ ملایا اور پھر ہرپریت سے ہاتھ ملا کر خوش دلی سے بولا۔ ''اور تمہارا سوال مجھ پر ادھار رہا۔''

''میں منتظر رہوں گی۔'' اس نے کہا تو وہ پارکنگ کی جانب بڑھ گیا۔ اور وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

کمروں کی رَو کی دوسری جانب ایک بڑا سارا لان تھا' سبزہ لان جس کے کناروں پر پھول اُگے ہوئے تھے۔ اس میں بید کی نفیس کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ دھیمی دھیمی روشنی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے دور دور جوڑے بیٹھے ہوئے باتوں میں مصروف تھے۔ وہ بھی ایک سنسان سے گوشے میں جا کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''چائے پئیں یا سوڈا......'' جسپال نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

''فی الحال تو چائے پیتے ہیں۔ نیند تو آئے گی نہیں ابھی باتیں کرتے ہیں۔'' ہرپریت بولی۔ اس کے لہجے میں نجانے کیوں یاس ٹپک رہی تھی۔ جس پر جسپال نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''خیر تو ہے' تم یکدم اداس ہو گئی ہو؟''

''نہیں' میں اداس نہیں ہوں۔'' وہ پھر اسی لہجے میں ہی بولی۔

''کہیں مہرو کی بات کا برا تو نہیں منایا تم نے؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے دکھ سے کہا۔

''تو پھر یہ تمہارا لہجہ......؟'' جسپال نے تشویش سے پوچھا۔

'جسپال! دیکھو ہم بحیثیت سکھ قوم اس ملک میں غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں' جس کے لیے ہمارے بڑوں نے قربانیاں دیں۔ اس ملک میں ہمارا تاریخی قتل ہوا جس کی آزادی کے لیے ہم نے جنگ لڑی......اب یہاں ہم محکوم کی زندگی گزار رہے ہیں' کیا ہے ہماری قوم کا مستقبل؟''

''میں بتاؤں......اصل میں کسی بھی حریت پسند قوم کو ختم کرنا ہو نہ تو اس میں حریت جیسے جذبے کو مار دیا جاتا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں میری جان' ایک تو اسے لذت پرستی پر لگا دو جیسے آج کل سکھ قوم کے نوجوان سب سے زیادہ شراب پیتے ہیں' عورت استعمال کرتے ہیں' گندے سے گندہ گانا سنتے ہیں' بلکہ ابھی ناچ گانے کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ پنجاب دنیا بھر میں وہ خطہ ہے جہاں سب سے زیادہ شراب پی گئی ہے۔'' میرا نہیں' اقوام متحدہ کے اداروں کا سروے ہے۔ سکھ قوم کو شراب میں ڈبویا جا رہا ہے' پوری پلاننگ کے ساتھ۔ ہر گاؤں میں شراب بیچنے والی دکان ہے' کیوں نہیں ختم کرتے......اور دوسرا طریقہ ان پر خوف مسلط کر دو' انہیں ذلیل کرو' اتنا ذلیل کرو کہ ان میں حریت کی خو ہی نہ رہے۔ یہ سب کچھ سکھوں کے ساتھ ہو رہا ہے اور سکھ ہی اپنی جاہلیت کی بنا پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔'' جسپال بھی اچانک ہی جذباتی ہو گیا۔

''تو پھر یہ طے ہوا جسپال......اوگی میں ہم لوگوں کے پاس جائیں گے اور اس بارے میں مہم چلائیں گے۔ انہیں اس کا شعور دیں گے۔''

ہرپریت نے جسپال کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

''جذباتی انداز میں فیصلہ کر لینا بہت آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے پریتو...... لیکن ہم ایسا کچھ کریں گے' کم از کم اپنی حد تک ضرور کچھ کریں گے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے طویل سانس لیا' پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ ''میں نے چائے کا پوچھا تھا۔''

''چلو' چل کر کمرے میں پیتے ہیں۔ اگر یہاں رومانوی جوڑا بن کر رہنا ہے تو ویسا ہی رہیں۔ ایویں خواہ مخواہ خود پر ڈپریشن طاری کیا ہوا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے ہرپریت زبردستی مسکرا دی۔

وہ دونوں اٹھ کر چہل قدمی کے سے انداز میں اپنے کمرے کی طرف جانے لگے۔ تبھی ہرپریت نے کہا۔

''جسی......! کیا تمہیں اس کیشیو مہرہ پر یقین ہے۔ کیا یہ سب کچھ ٹھیک کہتا تھا؟''

''مجھے اس کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں پریتو' میرے لیے تو وہ جسمیندر سنگھ تھا' سمجھ لو کہ اس نے اپنا سایہ دو بدو ملاقات کے لیے یہاں بھیج دیا اور میں جانتا ہوں کہ اس کے بدلے اس نے مہرہ کو نجانے کتنا بڑا فائدہ دیا ہوگا جو یہ ہمارے پاس یہاں تھا۔ باقی دیکھتے ہیں' وہ دو دن میں کیا کرتا ہے۔'' جسپال نے چابی دروازے میں لگاتے ہوئے کہا' پھر اندر داخل ہوتے ہی روشنی ہوگئی۔ انہوں نے دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک بیڈ پر آ لیٹے۔ دونوں ہی ہلکے پھلکے لباس میں تھے۔ دھیمی روشنی میں ہرپریت کا ساتھ' جسپال کو وہ ماحول بہت اچھا لگ رہا تھا۔ قربت کا اپنا ہی ایک نشہ ہوتا ہے۔ وہ دونوں کتنی ہی دیر تک ایک دوسرے کو تکتے رہے۔ تبھی ہرپریت نے کہا۔

''جسی......! کبھی تم نے سوچا تھا کہ تم پنجاب آؤ گے اور میرے جیسی سرپھری لڑکی سے ملاقات ہوگی اور یوں ہم ایک ہی بیڈ پر اتنے قریب ہوں گے۔''

''میں نے سوچا تو نہیں تھا' سچی بات تو یہ ہے' لیکن میرے لاشعور میں کہیں تھا کہ اگر مجھے کوئی لڑکی پسند آئی تو وہ پنجاب ہی سے ہوگی' کیونکہ پھوپھو سکھ جیت کور نے ہمیشہ پنجاب کی لڑکی کا ایک خاکہ میرے ذہن میں ابھارا تھا' جو مجھے بہت اچھا لگتا تھا' تم بالکل ویسی ہو' بس کبھی کبھی اچھی نہیں لگتی......'' جسپال نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

''وہ کیوں؟'' وہ چہک کر بولی۔

''جب تم یہ جین اور شرٹ پہنتی ہو اور یورپین کی طرح لگتی ہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''کیا یہ بری بات ہے' نہ پہنوں؟'' اس نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں' ایک طرح سے یہ اچھا بھی ہے۔ چینج رہتا ہے' لیکن سچی بات ہے تم شلوار قمیص میں بہت پرکشش لگتی ہو۔'' وہ اس کے بالوں سے کھیلتا ہوا کہنے لگا۔ ''اس کے علاوہ تمہاری باتیں بہت اچھی ہیں' جس میں خلوص ہوتا ہے' ورنہ وینکور میں جس لڑکی سے بھی بات کر لو اس کی ہر بات میں کہیں نہ کہیں کوئی مقصد یا لالچ ہوتا ہے۔''

''کیا وہ سب ایسی ہیں؟''

''اس میں ان کا قصور نہیں ہے' وہاں ماحول ہے نا ایک' مادی معاشرہ ہے' جہاں صرف اپنی ذات کے متعلق ہی سوچا جاتا ہے۔'' اس نے کہا تو ہرپریت وینکوور کی باتیں کرنے لگی' اپنی باتوں میں وہ گم ہو کر کب سو گئے' انہیں احساس ہی نہیں رہا۔

صبح وقت پر تیار ہو گئے' ہرپریت نے موتیا رنگ کا شلوار قمیص پہن لیا تھا اور ہلکا ہلکا میک اپ کر لیا۔ جسپال بھی تیار ہو گیا۔ انہوں نے ناشتہ وہیں کمرے میں منگوا لیا۔ تقریباً دس بجے انہوں نے کیشیو مہرہ کو فون کیا تو اس نے انہیں گپتا کالونی کے پاس ایک چوک تک آنے کا کہا' تاکہ پھر وہ اکٹھے ہی آگے نکل جائیں۔ جس وقت وہ دونوں لابی سے گزر رہے تھے' انہیں وہ رات والا جوڑا وہیں بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ اگر مہرہ نے ان کی نشاندہی نہ کی ہوتی تو شاید وہ اسے اتفاق سمجھ کر نظرانداز کر چکے ہوتے۔ دونوں نے اپنا کوئی رسپانس نہ دیا اور چلتے ہوئے پارکنگ میں جا پہنچے۔

''پریتو.....! ان دونوں کے علاوہ ہم میں کوئی دلچسپی لے رہا ہے۔'' یہ دیکھو۔''

''مجھے احساس تو نہیں ہوا ابھی' میں پہلے ہی دیکھ رہی ہوں۔'' وہ بولی۔

''اچھا..... ڈرائیونگ تم کرنا' مجھے راستوں کا علم نہیں ہے۔'' جسپال نے کہا تو ہرپریت نے چابی پکڑی اور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھی۔ دونوں نے غیر محسوس انداز میں اردگرد کا جائزہ لیا۔ انہیں کوئی دکھائی نہیں دیا۔ البتہ وہی جوڑا اب باہر آ گیا تھا۔ ہرپریت نے گاڑی نکالی اور ریسروٹ سے باہر نکلتی چلی گئی۔ تبھی جسپال مسکرا دیا۔ ریسروٹ کے باہر ایک کار کھڑی تھی۔ وہ دونوں اس میں آ بیٹھے تھے۔ ان کے بیٹھتے ہی کار چل پڑی جو ان کے تعاقب میں بڑھتی چلی آ رہی تھی۔

''پریتو.....! ہمارا تعاقب شروع ہو گیا ہے۔ اب دھیان سے۔'' جسپال نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

''میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی کہ ہم ان کی نگاہوں سے کہیں اوجھل ہی نہ ہو جائیں۔''

''نہیں' اس کی نظر ہی میں رہیں گے' جو ہمیں اپنی نگاہ میں رکھنا چاہتا ہے۔'' جسپال نے کہا تو ہرپریت نے رفتار بڑھا دی۔ درمیان میں مہرہ کا فون بھی آیا تو اس نے تعاقب کے بارے میں بتا کر موجودہ پوزیشن کے بارے میں بتایا۔ کچھ دیر بعد وہ گپتا کالونی کے اس چوک میں پہنچ گئے جہاں مہرہ نے انہیں بلوایا تھا۔ فون پر رابطہ کے بعد وہ کالونی کے پاس مل گئے۔

صبح کے وقت لوگوں کے دفتر جانے کا رش بہت حد تک کم ہو گیا تھا۔ ٹریفک اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن پھر بھی لوگ اپنے اپنے معاملات اور زندگی کی دوڑ میں شامل ہونے کے باعث سڑک پر آ جا رہے تھے۔ کافی ٹھہراؤ سا تھا۔ مہرہ سڑک کی دوسری جانب کالونی کے گیٹ کی طرف تھا' جبکہ انہوں نے آگے کے یوٹرن سے مڑ کر واپس آنا تھا۔ ہرپریت بڑی احتیاط سے گاڑی موڑ کر چلتی ہوئی ان کے قریب آ گئی۔ مہرہ گاڑی سے باہر نکل کر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ ہرپریت نے بھی گاڑی ان کے قریب جا کر روک دی۔ جسپال پہلے نکل کر مہرہ کی جانب بڑھ گیا۔ دونوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ پھر دو چار رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد وہ بولا۔

''یہاں میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ اس گپتا کالونی میں ایک شخص رہتا ہے جو یہاں کے محکمہ مال کے ایک بڑے آفیسر کا سارا معاملہ دیکھتا ہے۔ جاب تو وہ کلرک کی کرتا ہے لیکن بہت پہنچی ہوئی چیز ہے۔ میری اس سے ابتدائی ملاقات تو ہو گئی تھی۔ اب آپ لوگوں سے ملاقات

کرنا چاہتا ہے۔''

''اس ملاقات کا مقصد......؟''جسپال نے پوچھا۔

''یہ طے کرنا ہے کہ آپ اسے رقم کتنی دو گے' مطلب ڈیل ہوگی۔''اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔تبھی جسپال نے دیکھا کہ ہرپریت بھی کار سے نکل کر ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔

''ٹھیک ہے' جیسا آپ چاہو' بات تو آپ ہی نے کرنی ہے۔''یہ لفظ ابھی جسپال کے منہ ہی میں تھے کہ اس نے ہرپریت کی پشت پہ موٹر سائیکل پر سوار دو نوجوانوں کو دیکھا' پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے گن ان کی طرف سیدھی کر لی تھی۔جسپال کے دماغ میں گھنٹیاں بج گئیں۔اس نے چیخ کر ہرپریت کو پکارا۔

''ہرپریت......بچو......''

اس کی آواز تیز فائرنگ میں دب کر رہ گئی۔

☆......☆......☆

(امجد جاوید کا یہ دلچسپ اور طویل ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)